U46632. Date- 4-07-10

Title - HAMARA KHALIQ

Creator - Abdullah; Mutarjum Mohd. Muqtadi K Sherwani.

Publisher - Matba Muslim University (Aligarh).

Date - 1935.

Pages - 84.

Subject - Islam - Akhlaqiyaat.

ہمارا خالق

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

در مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ طبع شد ۱۹۳۵ء



ہمارا خالق

آیا ہم کو کسی ذی عقل ہستی نے پیدا کیا ہے یا مردہ اور بے حس اور غیر ذی عقل اندھی برقی قوتوں نے پیدا کیا ہے۔ جن سے ذرّات مادّہ کا وجود میں آنا تسلیم کیا جاتا ہے؟

اِس سوال کا جواب اس چھوٹے سے رسالہ میں دیا گیا ہے جو ہمارا خالق" کے عنوان سے لکھا ہے۔ ہر زمانہ میں لوگ اثبات وجود باری پر دلائل پیش کرتے رہے ہیں۔ اور ایک گروہ نفی وجود باری پر بھی دلیلیں پیش کرتا رہا ہے۔ میں نے پرانی تصنیفات میں سے چند کتابیں دیکھی ہیں۔ مجھے انکے متعلق رائے زنی کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

میں نے موجودہ زمانہ کے سائنس کی ایک دلیل کو اپنے سامنے رکھکر یہ رسالہ لکھا ہے۔ اگر سائنس کی تحقیقات اور قیاسات پر یقین کیا جاوے تو خدا کی ہستی کے تسلیم کرنے میں ہمارے جدید تعلیم یافتہ گروہ کو بہت تامل ہوگا۔ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے خیالات سے میں بخوبی واقف ہوں۔ ان میں

بہت سے خدا کی ہستی کے قائل نہیں ہیں اور باقی جو قائل بھی ہیں وہ اُس میں وہ قدرت تسلیم نہیں کرتے جو قادر مطلق یا خالق مطلق میں ہونی چاہیئے۔

موجودہ زمانے کے سائنس کی تحقیقات کے نتائج حسب ذیل ہیں:-

۱۔ زمانہ اور فضائے بسیط اور مادہ بلا ابتداء کے ہمیشہ سے موجود ہیں۔

۲۔ مادہ جس سے کائنات وجود میں آئی ہے اُس کی ابتدائی شکل فقط برقی قوتوں کی تھی۔ اُن قوتوں سے ذرات بنے جن کو ایٹم (Atom) کہتے ہیں اور ان ذرات سے چاند سورج اور تارے اور زمین سب نے بتدریج سنکھا سنکھ سال کی طویل میعاد گذرنے کے بعد تعمیر پائی۔

۳۔ وہ ذرات جن سے کائنات بنی ہے پھر فنا ہونے والے ہیں۔ ان میں انحطاط پیدا ہو رہا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ ختم ہو جاوینگے اور کل کائنات بھی اُن کے ساتھ ختم ہو جاوے گی اور پھر کوئی چیز باقی نہیں رہیگی۔ نہ پھر کسی چیز کے وجود میں آنے کا کوئی امکان ہے۔

اب جہاں تک سائنس کی تحقیقات کا تعلق ہے ہم بلا کسی دوسری تحقیقات کے مقابل میں لاکر کھڑا کرنے کے اُس کی تردید نہیں کر سکتے لیکن اس تحقیقات کے ساتھ جو سائنس دان لوگ اپنے قیاسات لڑاتے ہیں ان کی تردید کا ہم کو پورا حق ہے۔ اور اُن کے قیاسات غلط معلوم ہوتے ہیں۔ میں غور کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ وجود باری سے انکار سائنس کی تحقیقات سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ سائنس دانوں کے قیاسات سے پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے میں نے سائنس دانوں کے قیاسات کے وجوہات ہی سے یہ پتا پیدا کیا ہے کہ یہ وجوہات وجود باری کو خود ثابت کر رہے ہیں اور

ان سے وجود باری کا بطلان لازم نہیں آتا۔

اہل سائنس کے نزدیک مادّہ اور کائنات ازلی ہیں لیکن اُس کے ساتھ ہی اُس کو ناقص اور کمزور اور انحطاط قبول کرنے والی شے بھی مانتے ہیں۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ اپنی ناقص ترتیب کی وجہ سے رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیگی۔

اِس دلیل سے نہ تو کائنات ازلی ثابت ہوتی ہے اور نہ از خود اُسکا وجود میں آنا قابل یقین ہے۔

اگر مادّہ ازلی ہوتا اور خود پیدا ہو کر خود معدوم ہو جانے والا ہوتا تو پھر اس وقت وہ ہمارے سامنے موجود نہ ہوتا۔ قبل اسوقت کے کسی ایسے زمانہ میں معدوم ہو چکا ہوتا کہ جس کا یقین کرنا قطعاً محال ہے۔ اُس کے معدوم ہونے کے وقت کی بھی کوئی ابتدا نہیں ہو سکتی تھی۔ برخلاف اسکے مادّہ کا اس وقت تک وجود میں قائم رہنا اِس بات کی پوری دلیل ہے کہ وہ ازلی نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی کوئی ابتدا رہتی اور اسی طرح اُس کی ایک انتہا بھی ہوگی۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ جو چیز ازلی یا بلا ابتدا ر زمانہ کے ہوگی وہ قائم بالذات ہوگی۔ اُس کے ناقص ہونے کا یا معدوم ہو جانے کا مطلق کوئی احتمال نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ ناقص ہوتی اور اُس کی سرشت میں معدوم ہو جانے کی خاصیت بھی ہوتی تو پھر اُس کا قائم رہنا ناممکن تھا۔

مثلاً فرض کر لو کہ (الف) وہ زمانہ ہے جس کو ازل کہتے ہیں اور (ب) وہ چیز ہے جسکو مادّہ کہتے ہیں۔ سائنس دانوں کے کلیہ کے مطابق (الف) اور (ب) دونوں ہمیشہ سے موجود تھے۔ لیکن (ب) کو وہ اسدرجہ ناقص

مانتے ہیں کہ وہ ختم ہو جانے والی چیز ہے۔ لیکن یہ نہیں بتا سکتے کہ موجودہ وقت تک (ب) کا وجود کیسے قائم رہا۔ ازل کے زمانہ کا ہر سیکنڈ بھی ازلی ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔ یعنی کسی دوسرے خاص وقت کا کوئی یقین نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ ماننا پڑیگا کہ (الف) کا ہر لمحہ بھی ازلی ہے۔ پس (ب) کو اگر ختم ہونا ہوتا تو وہ ازلی زمانہ سے ہی معدوم ہو چکا ہوتا۔ لیکن (ب) اس وقت تک موجود ہے جو اس بات کا پورا یقین دلاتا ہے۔ کہ (ب) ازلی نہیں ہے اور وہ کسی ایسے وقت میں پیدا ہوا جس کی ابتدا کا یقین احاطۂ امکان میں ہے۔ جب ہم کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مادّہ کا ازلی ہونا ناممکن ہے تو پھر اس خیال کا دل میں پیدا ہونا لازمی ہو گیا کہ وہ کیسے وجود میں آیا۔ مگر جب وہ از خود پیدا نہیں ہوا تو لامحالہ اسکو کسی دوسرے کاریگر نے پیدا کیا ہوگا اور اُسی کی وجہ سے اس وقت قائم ہے۔ اس دوسرے کاریگر کو ہم خدا کہتے ہیں۔ وہ کاریگر از خود بلا ابتدا زمانہ کے وجود میں آیا۔ اور وہ قائم بالذات ہے۔ اگر اُس کی سرشت میں بھی نقائص و کمزوری ہوتی تو وہ بھی اسوقت تک قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اور اُسی کے ساتھ مادّہ بھی ختم ہو چکا ہوتا۔ مادّہ کی موجودگی اُس کے وجود اور قایم بالذات ہونے کا یقین دلاتی ہے۔

اب دوسرا سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ ایک دوسری ہستی نے جس کو ہم خدا کہتے ہیں مادّہ پیدا کیا اور اُس سے کائنات بنائی۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُس نے مادّہ کہاں سے پیدا کیا ہے۔ کس مسالہ سے ذرّات بنائے جن سے کائنات بنی۔ میں نے اس رسالہ میں اس کا بھی جواب دیا ہے۔

میرے نزدیک جب جدید تحقیقات کا ماحصل یہ ہے کہ ذرات مادّہ برقی قوتوں کے باہمی اتصال سے پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی مختلف تعداد کے دو قسم کے برقی شراروں کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے ایک ذرہ بن جاتا ہے تو پھر ذرات کے بننے کا مسئلہ آسان ہو جاتا ہے۔ میں اگر خدا یا خالق مادّہ ہی ہیں وہ تمام برقی و دیگر قوتوں کی موجودگی تسلیم کرلوں جن سے ذرات بنتے ہیں تو اس میں سائنس کی طرف سے مطلق کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ سائنس داں برقی قوتوں کو ازلی مانتے ہیں اور میں ایک ایسی ہستی کو سائنس دانوں کے مقابلہ میں پیش کرتا ہوں جس میں علاوہ برقی قوتوں کے اور بہت سے اوصاف موجود ہیں اور جو خود ازلی ہے اور قایم بالذات ہے۔ اُسی ہستی میں ایک قوت ارادی موجود ہے جو تمام اُن قوتوں کا مکمل مجموعہ ہو سکتا ہے جو سائنس دانوں کو اپنی تحقیقات سے معلوم ہوتی ہیں۔ جب سائنس داں خود ایک چیز کو ازلی مانتے ہیں اور اُسی کی تدریجی ترقی و ارتقاء سے کائنات کے وجود میں آنے کے قائل ہیں تو پھر اُن کو ایک دوسری ازلی ہستی میں اُنھیں قوتوں کی موجودگی کے تسلیم کرنے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔ میں خدا کی قوت ارادی کو اس درجہ کامل سمجھتا ہوں کہ جہاں اُس نے کسی بات کا ارادہ کیا تو وہ تمام قوتیں جو اس میں موجود ہیں فوراً اپنا عمل شروع کر دیتی ہیں جن سے کسی چیز کا وجود میں آنا تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے۔

پس خدا کی ہستی کے تسلیم کرنے کے لئے ہم صرف مجبور ہی نہیں ہیں بلکہ ہم معقول پسندی سے اس بات کو بھی تسلیم کر سکتے ہیں کہ خدا کی قوت ارادی

اس بات پر قادر ہے کہ وہ ذرات مادّہ یا کائنات تعمیر کردے۔
یہ دلیلیں سائنس والوں کے قیاسات کے مقابل میں پیش کیجاتی ہیں۔ میرا مذہبی اعتقاد بالکل دوسرا ہے۔ میں نے اس رسالہ میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ وہ ہستی جس کو میں خالق کہتا ہوں وہ ذی عقل ہستی ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ برقی قوتیں یا برقی شرارے خالق نہیں ہوسکتے۔ اس کی سب سے بڑی وجہہ یہ ہے کہ مخلوقات میں ہم ایک ایسی چیز موجود پاتے ہیں جو بے حس اور مردہ مادّہ میں موجود نہیں ہے۔ وہ چیز عقل ہے۔ عقل مادہ سے پیدا نہیں ہوسکتی۔ مادہ سے صرف وہ چیزیں پیدا ہوسکتی ہیں جو خود مادہ میں موجود ہوں۔ برقی قوتوں یا برقی شراروں میں یا مادّہ میں آج تک کسی نے نہ عقل ثابت کی اور نہ اس کے وجود کا کہیں پتہ نشان پایا لیکن عقل کی موجودگی سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ پس عقل کا پیدا کرنے والا، عقل مادّہ نہیں ہوسکتا۔ اس کا پیدا کرنے والا کوئی ایسا خالق ہوسکتا ہے جس میں خود عقل بھی ہو۔

میں نے اس رسالہ میں کسی کے مذہبی اعتقادات سے مطلق کوئی بحث نہیں کی ہے۔ میں نے خدا کے وجود کے متعلق بحث کی ہے۔ خدا سب کا واحد خدا ہے۔ وہ نہ ہندو ہے اور نہ مسلمان اور نہ عیسائی اور نہ یہودی اور نہ پارسی اور نہ بت پرست۔ وہ خدا ہے۔ وہ سب کا خالق ہے اسلئے میں نے رسالہ کا نام "ہمارا خالق رکھا ہے" دنیا میں سائنس کے قیاسات کی وجہہ سے دہریت پھیلی ہے۔ یقین ہے کہ اس قسم کی تحریروں سے جو اس رسالہ میں ہیں، پلینگی روک تھام ضرور پیدا ہوگی۔
مذہبی علماء خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں وہ اپنے خیالات

میں مست رہتے ہیں اور سائنس کی دلیلوں اور تحقیقات کو حقارت سے دیکھا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کے اور سائنس دانوں اور سائنس کا اثر ماننے والوں کے درمیان ایک بُعد پیدا ہو جاتا ہے۔ علما سائنس دانوں کو ملحد کہنے لگتے ہیں اور سائنس داں علما کو جاہل اور کٹھ مُلا سمجھنے لگتے ہیں۔ اگر مذہبی علما اپنا فرض پورا کرنا چاہیں تو اُن کو سائنس دانوں کے خیالات اور قیاسات سے واقفیت حاصل کرنی چاہیئے اور بلا کسی کو کافر یا ملحد یا لامذہب کہنے کے دلائل سے ان کو سمجھانا چاہیئے کہ سائنس کی تحقیقات خدا کی ہستی کے اعتقاد کی منافی نہیں ہے۔

خدا کی ہستی کا دلیلوں سے ثابت کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے میں نے صرف ایک دلیل کو مدنظر رکھکر اس رسالہ میں وجود باری کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جن لوگوں نے زمانۂ حال کے سائنس دانوں کے خیالات سے واقفیت حاصل نہیں کی ہے وہ غالباً بہت سی باتیں سمجھیں گے بھی نہیں۔ میں نے جہاں تک مجھ سے ہو سکا نہایت ہی سلیس زبان میں اپنی دلائل اور سائنس دانوں کے خیالات پیش کیئے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس رسالہ کے پڑھنے کے بعد میری کسی دلیل یا تحریر کے بارے میں مزید صفائی کی ضرورت محسوس ہو تو وہ مہربانی سے بذریعہ خط کے اپنی مشکل سے مجھ کو اطلاع دیں۔ اگر مجھ سے ہو سکیگا تو میں اُن کی تشفی کرنے کی کوشش کروں گا۔

یہ رسالہ جناب ہز ہائینس نواب صاحب بہادر والی مانگرول بالقابہ کے صرف سے طبع ہوا ہے۔ جناب نواب صاحب بہادر کو جب یہ معلوم ہوا کہ میں نے اس قسم کا ایک رسالہ لکھا ہے تو جناب ممدوح نے اُس کا مسودہ

منگوا کر اُس کا ایک بڑا حصہ ملاحظہ فرمایا اور اس کا طبع کرانا بطور کار ثواب کے ضروری سمجھکر اپنے صرف سے اُس کو طبع کرا دیا - جناب ممدوح ایک روشن خیال والی ملک ہیں اور نہایت خدا ترس اور خدا پرست مسلمان ہیں وہ بھی اس بات کو محسوس فرماتے ہیں کہ دہریت کا پھیلنا بنی نوع انسان کے حق میں نہایت ہی بُرا ہے - اس لئے میرے ساتھ اس کار ثواب میں شریک ہو گئے ہیں - کہ اس رسالہ کو طبع کرا کے اسکی اشاعت کی جاوے -

میں مثل رسالہ کافر و کافر گر کے یہ رسالہ ایسے مقتدر حضرات کی خدمت میں بھی پیش کروں گا جو دہریت کے پھیلنے کے رستہ میں روک تھام پیدا کرنے میں مدد دے سکیں - میں کل دنیا کے دیگر نیک کاموں سے اس کام کو مقدم سمجھتا ہوں - انسانی ہمدردی اور خدا ترسی و خدا پرستی اسبات کو چاہتی ہے کہ ہم اپنے ہم جنسوں کو تاریکی میں ڈوبنے سے بچائیں یہ کوئی خدا پرستی نہیں ہے کہ خود تو ہم بیٹھے ورد و ظائف و پوجا پاٹ میں لگے رہیں اور اپنے سامنے دوسروں کو دہریت کے غار میں ڈوبتا ہوا دیکھکر اُن کے بچانے کو ہاتھ نہ بڑھائیں - اس سلسلہ میں بہت سا لٹریچر تیار ہوسکتا ہے - اور ہر شخص اسبات کو تسلیم کریگا کہ اس قسم کے لٹریچر کی اس زمانہ میں خصوصیت سے ضرورت پیش آگئی ہے -

ہم اپنی اولاد اور اہل وطن کی جدید تعلیم پر بہت سا روپیہ صرف کرتے ہیں لیکن مذہبی اعتقادات پر جو اثر جدید تعلیم سے پیدا ہونے والا ہوتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ ضرور ہوگا اس کی روک تھام کیطرف سے غفلت کرتے ہیں اس کی روک تھام صرف نماز روزہ یا پوجا پاٹ کے اصول سکھانے

سے نہیں ہوسکتی۔ اُس کی روک تھام خدا کی ہستی میں اعتقاد پیدا کرنے
سے ہوگی اور خدا کی ہستی میں اعتقاد پیدا جب ہوگا کہ یا تو فقرا کی صحبت
کی کشش سے تعلیم یافتہ گروہ اُدھر جھک جائے اور یا خود جدید تحقیقات
وعلوم کی دلیلوں سے باری تعالےٰ کا وجود ثابت کرنے کی فکر وکوشش کریں۔
خدا تو بہت قدرت والا خدا ہے۔ دلوں کا مالک ہے۔ دلوں کی باتیں
جانتا ہے۔ اپنے بندوں کی گمراہی تجھکو بھی بُری معلوم ہوتی ہے۔ تو میری
اس ناچیز کوشش میں برکت دے کہ اس سے تیرے بندوں کو فائدہ پہونچے
اور اہل دول اور اہل علم کو توفیق دے کہ وہ دہریت کے طوفان سے مخلوق
کو بچانے میں مدد دیں۔ آمین ثم آمین۔

عبداللہ

ایک تعلیم یافتہ نوجوان کو خدا کی ہستی کا یقین دلانے کی کوشش

اس نوجوان نے جب ریاضی اور ہیئت اور سائنس اور دیگر علوم پڑھے تو اس کے اعتقاد میں بہت ضعف آگیا۔ یہاں تک کہ وہ خدا کی ہستی کا بھی قائل نہ رہا۔ اور انکار وجود باری کے ساتھ اُس کو دہریت میں اسقدر یقین ہو گیا کہ وہ کسی دوسرے کی بات سننا اور اس پر غور کرنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

مجھ سے ایک دوست نے کہا کہ وہ نوجوان دہریت کے اعتقاد کی اشاعت اُسی گرم جوشی سے کرتا ہے جس گرم جوشی سے ایک مذہبی پیشوا اپنے مذہب کی اشاعت کیا کرتا ہے۔

میرے پاس آنے سے ایک روز قبل کسی مولوی صاحب سے اس کی بحث بھی ہوئی جس میں دونوں جانب سے سخت کلامی تک نوبت ہو گئی تھی میری ان سے ملاقات تھی لیکن میں ان کے موجودہ اعتقادات سے واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ میں نے ایک روز کہلا بھیجا کہ اگر فرصت ہو تو مجھ سے مل جائیے۔ چنانچہ وہ دوسرے روز صبح کے وقت میرے پاس آئے اور اُس وقت بھی بہت غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ کسی اور صاحب نے آج بھی اُن کو اشتعال دلا کر خفا کر دیا تھا۔

میں اُن کو اس بحث میں منکر کے نام سے شریک مکالمہ کروں گا اور اپنے کو معلّم کے نام سے۔

مکالمہ

معلّم۔ کیوں بھائی کس غریب پر خفگی ہے کہ خود بخود بڑبڑا رہے ہو۔

منکر۔ میں اِن جاہل لوگوں سے تنگ آگیا ہوں۔ یہاں تو ہر شخص خدائی فوجدار دکھائی دیتا ہے۔ اگر کسی کے خدا نے اُس کو کوئی پروانہ عطا کیا ہے کہ وہ دوسروں سے سخت کلامی سے پیش آئے تو ایسے خدا کو میرا دور ہی سے سلام ہے۔ ابھی راستہ میں میاں سلیم مل گئے نہ سلام۔ نہ دعا ریکا یک مجھ پر برس پڑے کہ میں دہریہ ہوں اور میرا منہ دیکھنا حرام ہے۔ میں نے کہا کہ تم اپنی آنکھیں بند کر لو تو میرا منہ تم کو دکھائی نہیں دیگا۔ اس پر اس نے مجھکو سخت سُست کہنا شروع کیا اور زور زور سے چیخنے لگا کہ بہت سے جاہل وہاں جمع ہونے لگے میں وہاں سے چلا آیا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے۔

معلّم۔ تم کو شاید یہ بات معلوم ہو گی کہ مسلمان کیا اور دوسرے مذاہب کے پیرو کیا کوئی بھی اِس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص خدا کی ہستی سے انکار کرنے کے بعد اِس بات کی بھی جُرأت دکھائے کہ اپنی لامذہبی کی اشاعت بھی کرے اور ہر کس و ناکس کے سامنے اپنی دہریت کا اعلان بھی کرے۔ اہلِ مذہب اس کو اپنے خدا اور پیشوایان مذہب کی سخت توہین اور تحقیر سمجھتے ہیں اور اگر اُن کا بس چلے تو ایک منکر شخص کو زندہ گڑوا دیں یا زندہ جلوا دیں یا سنگساری سے اُس کی جان لے لیں۔ تم کو عقل سے کام لینا چاہیئے اور اس طور پر لوگوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔

مُنکر۔ خوب صاحب خوب۔ مجھکو اپنے سچے خیالات کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہ دقیانوسی لوگ اپنے غلط اعتقادات کی اشاعت بھی کریں اور دوسروں پر اس کے لئے تشدد بھی کریں۔ نہ معلوم یہ کہاں

کا انصاف ہے۔ آپ سے مجھکو یہ اُمید نہ تھی کہ آپ بھی ویسی باتیں کریں گے جیسی کہ اور لوگ کرتے ہیں۔

معلّم۔ میں تو خدا کی ہستی پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ میں اپنے اعتقاد کے مطابق بات کروں گا۔ آپ کے خیالات کو قابل اصلاح سمجھتا ہوں۔ لیکن جب آپ کسی کی بات سُنتے ہی نہیں تو اصلاح کیسے ممکن ہے۔

مُنکر۔ حضرت آپ یہ کیا فرماتے ہیں اگر کوئی بوسیدہ خیال آدمی جس نے ایک فرضی ہستی قرار دے رکھی ہو اور اسکی پرستش بھی کرتا ہو اور اُس سے اپنی ضرورتوں کے لئے دعائیں بھی مانگتا ہو مجھکو اُس فرضی ہستی کے وجود کا یقین دلانا چاہے تو کیا میں اُس کی باتیں سُننے کو تیار ہو جاؤنگا ہرگز نہیں ہونگا۔ اگر وہ ایک غلط بات دلیری اور جرات اور دعوے سے کہتا ہے اور جو شخص اُس کی بات نہ مانے اُس پر ظلم کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے تو کیا مجھکو ایک سچی بات کہنے کا بھی حق نہیں ہے

معلّم۔ بھائی یہ تو سب ٹھیک ہے کہ تم اپنے اعتقاد کے اس قدر پکے ہو کہ دوسروں کو غلط رستے پر چلنے والے سمجھ رہے ہو لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم خدا کو کیوں نہیں مانتے۔

مُنکر۔ آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ میں خدا کو کیسے مان سکتا ہوں۔ میں نے آج تک کبھی اُس کو اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں اُس کی آواز کان سے سُنی نہیں۔ اُس کی بو اپنی ناک سے سونگی نہیں۔ اُس کا ذائقہ کبھی چکھا نہیں اور اُس کو ہاتھ سے کبھی چھوا نہیں۔ پس علم کے یہی پانچ دروازے قدرت نے مجھکو دئے ہیں کہ ان کے رستے سے اگر کوئی بات دماغ تک پہونچتی ہے تو ہم اُسکو ماننے لگتے ہیں۔ اور اگر

نہیں پہونچتی تو نہیں مانتے - خدا کے بارے میں کوئی بات ان پانچ دروازوں سے نہ میرے دماغ تک پہونچی اور نہ آج تک کسی اور انسان کے دماغ تک پہونچی ہوگی - دنیا اوہام پرستی میں مبتلا ہے اور سب سے بڑا وہم خدا کے وجود میں اور اس کے اوصاف میں اعتقاد ہے -

معلم - پھر غور کرو اور مجھکو بتاؤ کہ اگر کوئی چیز تم کو دکھائی نہیں دیتی یا اس کی آواز سنائی نہیں دیتی اور اس کو تم سونگھ نہیں سکتے اور اس کا ذائقہ چکھ نہیں سکتے اور نہ اس کو چھو سکتے ہو تو پھر تمہارے نزدیک وہ چیز کسی حالت میں موجود ہی نہیں رہ سکتی؟

منکر - قطعی یہی بات ہے - حواس خمسہ ہی علم کا ذریعہ ہیں - اگر کسی ہستی کی موجودگی کی بابت حواس خمسہ گواہی نہیں دیتے تو وہ چیز ہرگز موجود نہیں ہو سکتی - وہم پرستی ایک دوسرا امر ہے - جن اور بھوت کو تو آپ بھی نہیں مانتے لیکن ایک مخلوق ان کو مان رہی ہے کہ کہیں نہ کہیں موجود رہتے ہیں اور انسانوں کو ستایا کرتے ہیں - آپ ان لوگوں کے اعتقاد میں خود کیوں شریک نہیں ہو جاتے کہ مجھکو اپنے خیال میں شریک کرنا چاہتے ہیں -

معلم - تم روح کو مانتے ہو یا نہیں -

منکر - روح بھی کوئی چیز نہیں ہے - وہ بھی ایک خیالی چیز ہے - خدا کے ماننے والوں نے ایک اور فرضی چیز قایم کر رکھی ہے جس کو وہ اپنی نیکی و بدی کی سزا دلانے کی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ زندگی میں بھی ان کو بدلا ملیگا اور مرنے کے بعد بھی -

معلم - کوئی دس سال قبل تمہارے والد کے زمانہ میں تمہارے ہال

ایک بڑی تقریب ہوئی تھی۔ ہزاروں آدمی اس میں جمع تھے۔ تم کو
اس کے واقعات یاد ہیں۔

متکلم۔ بخوبی یاد ہیں۔ ایک ایک بات بتا سکتا ہوں۔

معلم۔ تمہارے دل میں امیدیں پیدا ہوتی ہوں گی اور کسی بات کا ڈر بھی
پیدا ہوتا ہوگا۔

متکلم۔ ضرور۔

معلم۔ تم اپنے حافظہ کو دیکھ سکتے ہو اور کبھی دیکھا ہے۔ یا کبھی دوسرے طریقہ
سے تمہارے حواس خمسہ نے اسباب کی گواہی دی کہ تمہارے دماغ
میں ایک قوت حافظہ ہے اور اس کی شکل و صورت و رنگ ایسا ہے۔ کیا
حواس خمسہ میں سے کسی نے کبھی تم کو بتایا کہ جس چیز میں امیدیں پیدا
ہوتی ہیں وہ کیسی چیز ہے اور جس چیز میں ڈر پیدا ہوتا ہے وہ کیسی
چیز ہے؟

متکلم۔ یہ چیزیں حواس خمسہ سے معلوم کرنے کی نہیں ہیں۔ ہمارے دماغ
میں بہت سی قوتیں موجود ہیں انھیں میں سے یہ قوتیں بھی ہیں۔ یہ تو
ہم کو معلوم ہے کہ ہمارے پاس ایک دماغ ہے اور اس میں بہت
سی قوتیں موجود ہیں۔ اب خود ان قوتوں کو حواس خمسہ سے نہ دیکھنا
اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ قوتیں موجود ہی نہیں ہیں۔ ان کا عمل
اور کام تو ہر وقت معلوم ہوتا رہتا ہے۔

معلم۔ دیکھو تم اپنی بات سے بالکل ہٹ گئے۔ تم نے اول یہ کہا تھا کہ جس چیز
کی موجودگی کے بارے میں حواس خمسہ گواہی نہ دیں وہ چیز دراصل موجود
ہی نہیں رہ سکتی۔ اب تم کہتے ہو کہ کسی چیز کی موجودگی اس کے عمل اور

کام سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

منکر۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں۔

معلم۔ برقی قوت کا خیال کرو کہ وہ تم کو دکھائی نہیں دیتی۔ تمہارے جسم میں بھی موجود ہے۔ اور ہر شے میں جو تمہارے آس پاس رکھی ہے موجود ہے۔ مگر تمہارے حواس خمسہ اس وقت تک اس کی موجودگی کی گواہی نہیں دے سکتے جب تک وہ اپنا عمل اور کام شروع نہ کرے۔

منکر۔ یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔

معلم۔ تو تمہارا ایک کلیہ تو بالکل غلط ہو گیا کہ کسی شے کی موجودگی کا انحصار حواس خمسہ پر ہی ہے۔ اور کسی دوسرے ذریعہ سے ہم کسی شے کو معلوم ہی نہیں کر سکتے۔

منکر۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ حواس خمسہ کے علاوہ کچھ اور بھی طریقے ہیں کہ جن سے کسی چیز کی موجودگی کا پتہ چل سکتا ہے۔

معلم۔ ذرا انسان کے قوت تخیل کی طرف توجہ کرو۔ اس تخیل کے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ خلاء بسیط اس قدر وسعت رکھتی ہے کہ اس کی کوئی حدود ہی قائم نہیں کی جا سکتیں۔ وہ ایک غیر متناہی چیز ہے۔ اس خلاء کے وسیع میدان میں تخیل ہی ایک ایسا سوار ہے جو ادھر سے اودھر دوڑ کر آن کی آن میں دور دراز مقامات پر پہونچ جاتا ہے تم سنکھوں میل پر اپنی دوربین یا آلات سے ایک چمکتے ہوئے ستارے یا جلتی ہوئی گیس کا پتہ لگاتے ہو۔ تمہارے ہیئت دان ہم کو یہ بھی بتاتے ہیں کہ روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلکر اور ایک بڑی مسافت طے کر کے لاکھوں برس میں ایک

ستارے سے دوسرے تک پہونچتی ہے۔ لیکن تخیل ایک سیکنڈ کے ایک قلیل حصّہ میں اُس ستارے تک پہونچ جاتا ہے۔ تم نے تخیل کی شکل صورت یا موجودگی اپنی آنکھ سے نہیں دیکھی اور نہ دیگر حواس سے اُس کا پتہ لگا سکتے ہو کہ وہ کیا چیز ہے اور اُس کا ٹھکانا کہاں ہے۔ اسی طور پر رنج و فکر نہایت ہی تکلیف دہ چیزیں ہیں۔ جو ہر آن دل میں خلجان پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اُن کا ٹھکانا اور شکل و صورت بھی ہم کو معلوم نہیں ہیں۔ غرضیکہ خود ہمارے اندر بہت سی قوتیں موجود ہیں جن کی حالت اور صورت اور شکل اور اصلیت کا ہم اپنے حواس خمسہ سے پتہ نہیں لگا سکتے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

مُنکر۔ بالکل درست ہے۔ لیکن ان باتوں سے اور خدا کے اعتقاد سے کیا واسطہ ہے؟

مُعلّم۔ میں نے یہ باتیں صرف اس لئے بیان کی ہیں کہ تم کو بتاؤں کہ تمہاری یہ دلیل سراسر غلط ہے کہ اگر تمہارے حواس سے کسی شے کی موجودگی ظاہر و ثابت نہیں ہوتی تو وہ چیز موجود نہیں ہو سکتی۔

مُنکر۔ خیر یہاں تک تو میں آپ کی بات مان گیا۔ اب آگے چلئے۔ مجھے کسی طور پر خدا کے وجود کا یقین دلا دیجئے۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔

مُعلّم۔ کیا اگر تم کو خدا کی ہستی کا یقین ہو جائے تو تم کو خوشی ہو گی۔

مُنکر۔ خوشی کی تو بات ہی ہے کہ ایک چیز کا مجھکو یقین نہیں ہے۔ اب اگر معلوم ہو جاوے کہ وہ موجود ہے تو واقعی خوشی کا مقام ہے۔

مُعلّم۔ تم نے کبھی جاڑوں کی اندھیری رات میں جب مطلع بالکل صاف ہو آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا ہو گا۔

مُنکر - بہت مرتبہ دیکھا ہے۔
مُعلم - تم کو کتنے ایک چمکتے ہوئے تارے دکھائی دیئے
مُنکر - لاتعداد تارے دیکھے - کوئی خوب چمکتے ہوئے اور کوئی بہت دھیمے اور کوئی معمولی چمکتے ہوئے۔
مُعلم - یہ بھی تم کو معلوم ہوگا کہ یہ کل تارے مثل ہمارے سورج کے بڑے بڑے سورج ہیں اور ان میں سے بعض ہمارے سورج سے ہزاروں گنا جسامت میں اور روشنی میں زیادہ ہیں۔
مُنکر - یہ بات بخوبی مجھکو معلوم ہے اور میں اس کا ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسے دو اور دو چار کا۔
مُعلم - ہمارا سورج - ہماری زمین - ہمارا چاند اور یہ کل اجرام فلکی خواہ وہ چمکتے ہوں یا تاریک ہوں یہ سب کیسے پیدا ہوئے۔
مُنکر - یہ خود بخود پیدا ہوگئے - اور خود بخود فنا ہو جاوینگے - ان کے اندر خود ایسی قوتیں موجود ہیں جن کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے ذرات ایک دوسرے سے مل مل کر بدموں سال میں کہیں جا کر بڑے بڑے ستارے بن گئے اور ان میں روشنی اور حدت پیدا ہوگئی - یہ روشنی اور حدت ضائع ہونے والی چیزیں ہیں - جب وہ سب ضائع ہو جاوینگی تو پھر ایک ایک کرکے ان تاروں کا بھی خاتمہ ہو جاویگا اور ہمیشہ کے لئے کل خلاء ایک تاریک وٹھنڈی رات میں سو جائیگی اور ہر چیز کا ایسا خاتمہ ہوگا کہ دوبارہ اس کی زندگی محال ہو جائیگی۔
مُعلم - یہ باتیں تم نے حال ہی میں ہیئت داں لوگوں کے خیالات اور مضامین سے سیکھی ہیں اور ان کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیا کہ وہ بالکل

صحیح اور درست ہیں۔ لیکن خود کبھی غور نہیں کیا کہ ان میں بھی کوئی غلطی ہوسکتی ہے۔ ہیئت دانوں کے یہ خیالات محض قیاسی ہیں وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کسی بات کی نسبت کوئی قطعی حکم نہیں لگا سکتے کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ پھر تم نے کیسے ان کو قطعی طور پر قابل یقین تسلیم کرلیا۔

مُنکر۔ جب ہمارے سامنے کوئی دوسری بات ہی نہیں ہے تو پھر خود لیلیں ہیئت داں لوگ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اُنھیں تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔

مُعلّم۔ یہ بتاؤ کہ وہ چھوٹے چھوٹے ذرات جن سے بڑے بڑے سورج بنے ہیں وہ ابتداً کہاں سے آئے تھے۔

مُنکر۔ وہ خود بخود خلاء میں موجود تھے۔

مُعلّم۔ کب سے۔

مُنکر۔ ہمیشہ سے۔

مُعلّم۔ ہمیشہ کی کوئی حدو تعداد؟

مُنکر۔ کوئی حدو تعداد نہیں۔

مُعلّم۔ اگر حدو تعداد نہیں تو پھر تمہارے خیال میں ان لاتعداد چلتے ستاروں کو بنے ہوئے بھی اسیقدر زمانہ گزر جانا چاہئیے کہ اُس کی بھی کوئی حدو تعداد نہیں ہونی چاہئیے۔

مُنکر۔ وہ کیوں۔

مُعلّم۔ اب غور کرو اور ذہن کو اسطرف منتقل کرو۔ دو باتیں تم نے تسلیم کر رکھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ زمانہ اور خلاء کی کوئی حدو تعداد نہیں ہے۔

یہ دونوں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ دوسرے یہ کہ مادے کے ذرّات جن سے سورج اور تارے اور دیگر اجرام فلکی بنے ہیں وہ سب ہمیشہ سے خلاء میں موجود تھے۔ یعنی اُن کی موجودگی کے زمانہ کی بھی کوئی حد و تعداد نہیں ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر جسقدر زمانہ اِن ستاروں کی عمر کا تمہارے ہیئت داں بتاتے ہیں اگر اُس زمانہ کی تعداد کو سنکھوں مرتبہ آپس میں ضرب دیا جاوے تو بھی ہم زمانہ کی ابتداء کو نہیں پہونچ سکتے بلکہ وہ اپنی درازی و طوالت میں ویسا ہی رہیگا جیسا کہ تھا۔ ستاروں کی عمر کے زمانہ کی اس غیر متناہی زمانہ کے مقابل میں مطلق کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ نہ وہ ایک سیکنڈ کے برابر اور نہ ایک سیکنڈ کے کسی خفیف سے خفیف جزو کے برابر۔

شکر۔ یہ تو سچ ہے کہ زمانہ کی ابتداء نہیں ہے اور نہ انتہا ہے۔ لیکن چاند سورج اور ستاروں کی ابتداء و انتہا قایم کرنے میں کوئی بات مانع نہیں ہوسکتی یہ کوئی لازمی بات نہیں ہے کہ ابتداء ہی سے اجرام فلکی بن چکے ہوں اور نہ یہ لازمی بات ہے کہ وہ لا انتہا زمانہ تک قایم رہیں۔

علم۔ مجھے یقین ہے کہ تم کو خود ایک وقت محسوس ہو رہی ہو گی کہ تم اُس چیز کو جس سے چاند اور سورج اور ستارے بنے ہیں بلا کسی ابتداء کے خلاء میں موجود تسلیم کرتے ہو لیکن جو چیزیں اُس مسالے سے تیار ہوئی ہیں اُن کے لئے ایک ابتدا قایم کرتے ہو اور یہ بھی تسلیم کرتے ہو کہ اُن کے لئے ایک انتہا بھی ہے۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے خلاف اور عقل اور قیاس دونوں کے خلاف ہیں۔ ایک چیز جو غیر

تمنا ہی زمانہ سے موجود ہوا اور اس میں وہ قوتیں بھی موجود ہوں۔
جن سے خود بخود چاند سورج اور تارے بن گئے ہوں تو پھر وہ چیز
ایک لاتعداد زمانہ تک بیکار کیوں پڑی رہی کہ یکا یک بیچ میں اُڑتے
ہوئے جگنو کی طرح روشنی کی ایک جھلک دکھا کر ہمیشہ کے لئے پھر
ختم ہو گئی۔ اگر ہمارے ہیئت داں اور سائنس داں اس پر یقین
رکھتے ہوں تو اُن کی بات قابل یقین نہیں ہو سکتی۔

منکر۔ لیکن اس میں بھی تو وقت معلوم ہوتی ہے کہ ایک غیر تمنا ہی زمانہ سے
یہ روشن تارے اور کل کائنات اسی طرح موجود چلی آتی ہیں جیسی کہ
اس وقت دکھائی دیتی ہیں۔ تجربوں سے یہ بات پورے طور پر پایۂ
ثبوت کو پہونچ گئی ہے۔ کہ کائنات کی ہر چیز میں انحطاط ہو رہا ہے اور
ایک وقت میں ہر چیز ختم ہونے والی ہے۔ اگر غیر تمنا ہی زمانہ سے انحطاط
ہو رہا تھا تو پھر ہر چیز کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ یہ تو آپ کو ماننا ہی پڑے گا
کہ کائنات کی ہر چیز میں ہر آن کمی ہو رہی ہے۔ اور وہ کمی خود خاتمہ
کا ایک پیش خیمہ ہے۔ پس جبکہ زمانہ کی تو کوئی ابتدا نہیں ہے اور اُس
کے ساتھ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ کائنات کی کل اشیا بھی بلا ابتدا
کے ہمیشہ سے اسی طور پر چلی آئی ہیں جیسی کہ دکھائی دیتی ہیں تو پھر اس
بات کا تسلیم کرنا بھی لازم آئیگا کہ ہر چیز لاتعداد زمانہ سے ایک ہی حالت
پر بدستور قائم ہے اور اُس میں کوئی کمی یا انحطاط پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ
علمی تجربے اس خیال کے بالکل برعکس ہیں۔

معلم۔ میں اسوقت تم سے تمہارے اعتقاد کے مطابق تمہاری باتوں کو تسلیم
کر کے تم سے بحث کر رہا ہوں۔ میں ایک مذہبی خیال کا آدمی ہوں میں

تو ہر مادّی شے کی ایک ابتدا اور آغاز کا یقین رکھتا ہوں۔ اسلئے مجھے تو اشیاء مادّی کے ابتدا، و انتہا و ترقی و تنزل و شباب و انحطاط و خاتمہ کے بارے میں کبھی کوئی دقت پیش نہیں آئی لیکن میں تھوڑی دیر کے لئے تمہارے ہی مسلمہ اصولوں کو سامنے رکھکر تم کو چند ضروری باتوں کی طرف متوجہ کروں گا۔

مُنکر۔ میری باتیں اور مسلّمہ اصول کوئی میں نے اپنے دل سے تو گھڑ لئے ہی نہیں۔ سائنس سے جن باتوں کا انکشاف ہوتا ہے ان سے کسی انسان کو بھی انکار نہیں ہونا چاہئے۔ بشرطیکہ اس میں معقول پسندی کا مادّہ بھی ہو اور قدرت نے اُس کو عقل بھی عطا کی ہو۔

معلم۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ سائنس کی اکثر باتیں قابل ماننے کے ہیں اور اُن سے انکار کرنا سراسر جہالت اور ہٹ دھرمی ہوگی لیکن سائنس دانوں کے قیاسات کو بھی آمنا و صدقنا کہہ کر تسلیم کر لینا ایک وہم پرستی ہے۔ خدا کے ماننے والوں کو تو تم نے آسانی سے وہم پرست کہدیا۔ لیکن سائنس دانوں کی قیاسی باتوں کو بلا سوچے سمجھے صحیح تسلیم کر لینا بھی ایک وہم پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔ تم اگر سائنس کی تاریخ ابتداء سے پڑھو گے تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ دنیا کی پیدائش اور خاتمہ کے بارے میں مختلف زمانوں میں لوگ مختلف قسم کے قیاسات لڑاتے رہے ہیں۔ ایک وقت میں نظام شمسی کا مرکز ہماری اسی چھوٹی سی زمین کو تسلیم کیا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اور یہ خود ایک جگہ پر کھڑی ہے۔ ہلتی جُلتی

تعلق نہیں اسی قسم کی سینکڑوں قیاسی باتیں اجرام فلکی اور اپنی زمین کے متعلق ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں لوگ تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ایک زمانہ کے ہیئت دانوں اور سائنس دانوں سے دوسرے زمانہ کے عالموں سے برابر اختلاف پیدا ہوتا چلا آیا ہے۔ پس تم نہیں کہہ سکتے کہ جو قیاسی باتیں آج کل تمہارے اور دیگر تعلیم یافتہ لوگوں کے دماغوں پر غلبہ پائے ہوئے ہیں وہ بالکل سچی ہیں اور اُن میں تغیر و تبدل کا کوئی احتمال ہی نہیں ہے۔

مُتکلم۔ میں اس حد تک آپ کی بات مانتا ہوں کہ ہیئت دانوں اور اہل سائنس کے قیاسات میں ہر زمانہ میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔

مُعلم۔ دیکھو جس چیز کو علم کہتے ہیں۔ اُس کی گہرائی و وسعت اس قدر زیادہ ہے کہ ہماری زمین کے سمندر اُس کے مقابل میں ایک قطرے کی بھی حقیقت نہیں رکھتے اہل سائنس اس وسیع سمندر کے ایک کونے میں بیٹھے سطح کو ہلا ہلا کر لہریں پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ لہریں جب پیدا ہوتی ہیں تو انچہ دو انچہ سے زیادہ سطح کو حرکت نہیں دے سکتیں اہل سائنس کی یہ کوششیں قابل شکر گزاری ہیں لیکن وہ اس قدر اہمیت نہیں رکھتیں کہ ہم اُن کے نتیجوں سے مرعوب ہو جائیں ابھی تحقیقات کے میدان میں انسان کو پوری کامیابی حاصل نہیں ہوئی ابھی انسان کو اس میدان میں بہت کچھ کرنا ہے اور جوں جوں اُس کا دماغ ترقی کرتا جائیگا اُس کو لاتعداد باتیں معلوم ہوتی جاوینگی۔ اپنا دل تم علم کی اُس بے انتہا روشنی کے لئے تیار رکھو جو آئندہ آنے والی ہے۔ اس وقت میں تمہارے سامنے ایک بات پیش کرتا ہوں۔

اور وہ یہ ہے کہ وہ ذرات مادّہ جن سے تمام کائنات کی عمارت تیار ہوئی ہے اُسکی ابتدا کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو وہ بقول تمہارے خود بخود بلا کسی ابتداء کے خلاء میں موجود تھے یا اُن کو اور خلاء کو ہر چیز کو کسی دوسرے نے بنایا ہے۔ ہم تمہاری خاطر سے فرض کئے لیتے ہیں کہ مادّہ بشکل ذرات جو حواس خمسہ کی زد سے بالکل باہر ہے ہمیشہ سے موجود تھا اور اس میں وہ برقی اور مقناطیسی اور کیمیائی کل قوتیں بھی موجود تھیں جن کی وجہ سے خود بخود کائنات کے کل سامان تیار ہو گئے۔ اب میری اس بات کو فرض کر لینے کے بعد دوسری بات جو تم کو تسلیم کرنی پڑے گی وہ یہ ہے کہ کائنات کی تعمیر کا سلسلہ بھی ہمیشہ سے اسی طور پر چلا آتا ہے کیونکہ مادّہ باوجود اپنی تعمیری قوتوں کے کبھی بیکار نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ بات بالکل غلط معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں جس کی کوئی ابتدا نہیں مادّہ جو ہمیشہ سے موجود تھا وہ صرف ایک ہی مرتبہ کائنات کی شکل میں ظاہر ہو کر پھر لاتعداد زمانہ کے لئے اپنے کو ختم کر دیگا۔ کائنات ہمیشہ بنتی اور بگڑتی رہتی ہے۔ اور ہمیشہ بنتی اور بگڑتی رہیگی۔ کائنات صرف اُن تغیرات کا ایک کرشمہ ہے جو مادّہ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایک تغیر آیا تو مادہ نے ظاہری عمارات یعنی چمکتے تاروں اور بڑے بڑے اجرام فلکی کی شکل اختیار کر لی اور پھر دوسرا تغیر آیا تو کائنات کی کل عمارتیں مسمار ہو گئیں۔ تمہارے اہل سائنس بلا وجہ دماغ سوزی کرتے رہتے ہیں کہ کل کائنات تاریک اور ٹھنڈی رات میں ہمیشہ کے لئے گہری نیند میں سونے کے لئے اپنے بھیانک انجام کی طرف حرکت

کر رہی ہے - لیکن سائنس داں ایک طرف تو زمانہ کی ابتدار کے قائل
نہیں ہیں - اور دوسری طرف مادہ کی ابتدار کے بھی قائل نہیں ہیں - مادہ
میں وہ قوتیں بھی بلا ابتدار کے موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں جن کی وجہ
سے کائنات ظہور میں آئی اور پھر اُن کا یہ کہنا کہ اسی لاتعداد زمانہ میں صرف
ایک ہی مرتبہ مادہ خود بخود کائنات کی شکل میں ظاہر ہو کر ہمیشہ کے لئے
ختم ہو جائیگا بالکل غلط خیال ہے -

علاوہ بریں یہ تو ایک نہایت ہی کھلا ہوا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شے
بلا ابتدار زمانہ کے موجود ہوگی تو وہ قائم بالذات ہوگی اُس میں
کمزوری اور انحطاط کی خصوصیت نہیں ہوگی - کیونکہ جس شے کی ابتدار
نہیں ہے وہ اس وقت تک باوجود اپنی کمزوری اور انحطاط کے قائم
نہیں رہ سکتی تھی - برخلاف اس کے کسی شے کی کمزوری اور اس کی
انحطاط کی خصوصیت اس بات کا پورا ثبوت ہے کہ اُس کے وجود میں
آنے کا کوئی زمانہ مقرر ہے وہ بلا ابتدار کے نہیں ہے - اور اگر اس
کی کوئی ابتدار ہوگی تو لازمی طور پر اسکو کسی دوسرے نے پیدا کیا
ہوگا جو اُس سے قبل بلا ابتدار زمانے کے موجود تھا -
منکر - لیکن اہل سائنس تو اب مادہ میں اور اُس کی قوتوں میں کوئی
تفریق نہیں کرتے - بلکہ مادہ کا خود برقی و مقناطیسی و کیمیائی قوتوں
سے پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں - اب مادہ کے ذرات کو کوئی ٹھوس
ذرات تسلیم نہیں کرتا اُن کی نسبت جدید تحقیقات یہ ہے کہ ہر ذرہ
برقی قوتوں کے باہم مسلسل تصادم کا نتیجہ ہے - ہر ذرہ جسکو اصطلاح
میں ایٹم (atom) کہتے ہیں سینکڑوں اور بعض حالتوں

میں ہزاروں برقی قوتوں کے شراروں سے بنا ہے جو نہایت تیزی سے ایک مرکز کے گرد گھومتے رہتے ہیں اور انھیں برقی شراروں کی تیز رفتار مجموعہ کو ذرہ یا (atom) مانا جاتا ہے۔ وہ ذرہ یا (atom) ان برقی و کیمیائی قوتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے یہ برقی شرارے اور کیمیائی قوتیں ایک دوسری کا ساتھ چھوڑ دیں اور خلا میں منتشر ہو جائیں تو مادہ کا وہ ذرہ جو ان شراروں کی وجہ سے قائم تھا وہ بھی معدوم ہو جاویگا۔ اب فرض کرو کہ ان کل ذرات کی برقی و کیمیائی قوت خلا میں منتشر ہو جائے تو پھر لا محالہ کائنات خود بخود ختم ہو جاویگی جب کسی عمارت میں اینٹیں اور مسالہ ختم ہو جاوے تو عمارت کا عدم میں پہونچنا ایک لازمی امر ہے۔ سائنس داں لوگوں کو یہ بات تجربوں سے معلوم ہو گئی ہے کہ مادے کے ذرات کی قوتیں جن کے باعث وہ قائم تھے بعض حالات میں منتشر ہو کر ذرات کو بھی ختم کر دیتی ہیں۔ اس سے وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ یہ کل کائنات رفتہ رفتہ عدم کے دروازہ کی طرف حرکت کر رہی ہے اور ایک وقت آئیگا کہ بجز ٹھنڈی اور اندھیری رات کے اور کچھ باقی نہیں رہیگا

قلم - تمہارے علماء کے خیالات سے جو اس معاملہ میں انھوں نے قائم کر لئے ہیں میں بخوبی واقف ہوں۔ میں اس سے بھی پوری طرح واقف ہوں کہ وہ مادے کی اصلیت صرف ان برقی شراروں کو سمجھتے ہیں جن کو وہ الکٹرون و پروٹون کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اب اس زمانہ کے سائنس داں تو مادے کے وجود کا انحصار

برقی قوتوں پر مبنی سمجھتے ہیں۔ ان قوتوں کا مجموعی نام انرجی (energy) ہے۔ اور اس کل کائنات کی ابتداء صرف انرجی ہی سمجھتے ہیں۔ یہاں تک تو مجھکو بھی واقفیت ہے۔ گو میں کائنات کی ابتداء سے متعلق بالکل ہی مختلف اعتقاد رکھتا ہوں۔ مجھے آپ کی اس بات کے فرض کر لینے میں کوئی دقت نہیں ہے کہ مادہ جس شکل میں ہم کو دکھائی دیتا ہے یہ انرجی یا قوت سے ہی پیدا ہوا یا پیدا کیا گیا ہے۔

مگر ہیئت دانوں اور اہل سائنس کے قیاسات پر جو میرا اعتراض ہے وہ بدستور قائم ہے۔ خواہ مادہ ابتدائی حالت میں ٹھوس ذرات کی صورت میں مانا جائے یا انرجی یا قوت کی شکل میں مانا جائے۔ ہر دو صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس میں کچھ خواص ایسے موجود تھے جن کی وجہ سے اس میں تغیرات پیدا ہوئے اول ذرات بنے اور ذرات کے جمع ہونے سے بڑے بڑے سورج پیدا ہو گئے۔ اور یہ ذرات ہمارے حواس خمسہ کے احاطہ سے بالکل خارج ہیں۔

اب تم غور کرو کہ اصل چیز جو ان بڑی بڑی مادی عمارتوں کے تعمیر کرنے کی باعث ہوئی وہ خود مادہ کا وجود نہیں تھا بلکہ اُس کے عمارتی خواص تھے۔ یعنی برقی اور دیگر قوتوں میں وہ خواص موجود تھے جن سے وہ ایک دوسرے سے مل ملکر ایک جگہ جمع ہوئے اور آخرکار اس قدر زیادہ تعداد میں جمع ہو گئے کہ ان سے سورج اور چاند ستارے بن گئے۔ تم ان خواص کو بھی ان قوتوں کا قدرتی لازمہ سمجھتے ہو جن سے خود مادہ تیار ہوا ہے۔ اور یہ بھی مانتے ہو کہ مادہ معہ اپنے خواص تعمیری

کے ازلی ہے۔ یعنی اُس کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مانتے ہو کہ اس وقت تک مادہ معہ اپنے خواص تعمیری کے خلاء میں موجود ر
اب ذرا توجہ کرو اور ہیئت داں اور اہل سائنس کے قیاسات پر اپنی صحیح رائے قایم کرنے کی کوشش کرو۔ ہم کو اپنی مسلمہ باتوں سے نتیجہ اخذ کرنا ہے کہ آیا آج کل کے ہیئت داں اور اہل سائنس نے جو کلیئے قایم کر رکھے ہیں۔ یا جو قیاسات قایم کر کے کل کائنات کو ایک وقت میں عدم میں داخل کرنے کی رائے قایم کر رکھی ہے کیا وہ قیاسات صحیح ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہیئت داں اور اہل سائنس خود پریشانی کے ورطے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اُن اعتراضات کی اہمیت کے قائل ہونگے جو میرے ذہن میں ہیں اور جو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں یا آگے جا کر پیش کرونگا۔ لیکن وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر سمندر میں ہم کو ایک قطرہ ہاتھ لگجاتا ہے تو ہم تمام سمندر کے گہرے سے گہرے اور پوشیدہ سے پوشیدہ راز کو بھی سمجھنے کے قابل ہوجاتے ہیں اور فوراً ایک ایسی رائے قایم کر لیتے ہیں کہ جس کو بعض وقت خود عقل بھی قبول نہیں کرتی۔

اب اس مادہ کے فنا اور بقا کے مسئلہ پر غور کرو۔ ایک چیز معہ اپنے خواص کے اُس زمانہ سے موجود ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔ اور اُس میں ہمیشہ اپنے خواص کیوجہ سے تغیرات اور تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اور تمام کائنات کی عمارت اُسی سے تعمیر ہوتی رہی ہے۔ لیکن اگر کوئی سائنس داں اپنی لیبوریٹری یا تجربہ گاہ میں بیٹھکر بجلی کی قوت کے زور سے مادہ کے کسی ایک ذرے میں کوئی ایک تبدیلی پیدا کر دے تو

اس پر غور آرائے قایم کرے گا کہ جس انرجی (energy) سے وہ
ذرہ بنا تھا وہ منتشر ہوگئی اور وہ ذرہ معدوم ہوگیا - اور ایک ذرہ کی
تبدیلی سے یہ نتیجہ اخذ کرلیا کہ کل کائنات کے ابتدائی مادہ کے ذرات
اسی طور پر انرجی (energy) کے منتشر ہوجانے سے معدوم
ہو جائینگے - اور اُس کے ساتھ کل کائنات بھی معدوم ہوجاویگی - اور
بجز ٹھنڈی اور تاریک رات کے اور کوئی چیز خلا میں باقی نہ رہے گی
میں اس قیاس کو قطعی ایک غلط قیاس سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک
سائنس داں لوگ اس مسئلہ کے حل کرنے میں قطعی قاصر ہیں - اس
پر میرے حسب ذیل اعتراضات ہیں - اور وہ سائنس کی دلائل
پر مبنی ہیں - میرا اعتقاد جداگانہ ہے -

(۱) جو چیز لاتعداد زمانہ سے موجود ہو اور خود جس کی کوئی ابتدا نہ ہو
اور جو اس وقت تک قائم ہو وہ خود بخود کبھی معدوم نہیں ہو سکتی
اگر اُس میں معدوم ہونے کی بھی خاصیت ہوتی تو وہ اسوقت تک
قایم نہیں رہ سکتی تھی بلکہ ایک لاتعداد زمانہ میں اس سے پہلے ہی ختم
ہو چکی ہوتی -

(۲) کسی چیز کی جو طبیعت یا سرشت یا خاصیت ہوتی ہے اور جو لاتعداد
زمانہ سے اُس میں قائم رہی ہو وہ اُس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی طبیعت
یا خاصیت یا سرشت کا بدلنے والا کوئی دوسرا ہونا چاہئیے خود بخود طبیعت
یا سرشت نہیں بدل سکتی - کیونکہ جس چیز کا وجود محض اُس کی سرشت
یا طبیعت کی وجہ سے قایم ہو وہ طبیعت اُس چیز سے علیحدہ نہیں ہو سکتی
مادہ میں جو خواص موجود ہیں اور جن کی وجہ سے کائنات تعمیر ہوئی

ہیں وہ خواص خود بخود مادّے کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔

(۳) اگر مادہ کے ایک ذرہ کی انرجی کو برقی قوت نے منتشر کر دیا تو اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کل ذرات عالم کی انرجی بھی اسی طور پر منتشر ہو کر مادہ اور اس کے ساتھ کائنات معدوم ہو جاوینگے۔

(۴) آپ کے سائنس دانوں نے اب تک اگر کامیابی حاصل کی ہے تو صرف اسباب میں کی ہے کہ وہ مادہ کے ذرات کی انرجی منتشر کر سکتے ہیں لیکن انرجی یا قوت سے اُنھوں نے آج تک ذرات تیار نہیں کئے اور وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر کسی ذرے کی قوت بجلی کے زور سے منتشر ہو گئی ہو تو وہ قوت اپنی قدرتی خواص اور طبیعت کی وجہ سے پھر ذرات میں تبدیل نہ ہو جائیگی۔ یہ کوئی خلاف عقل بات نہیں ہے کہ اگر کسی خارجی زبردست قوت کے زور سے ذرات کی انرجی منتشر کر دیجاوے تو وہ انرجی یا قوت پھر اُسی وقت ایک جگہ جمع ہو کر اُسی قسم کے ذرات نہیں بنا سکتی اگر آپ کے سائنس داں صاحبان کا یہ خیال ہے کہ کل کائنات کی بنیادیں صرف انرجی یا قوت ہی قوت ہے اور اُسی انرجی کیوجہ سے ذرات تعمیر ہوتے ہیں تو پھر اُن کو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اُس انرجی یا قوت، کا یہ قدرتی خاصہ ہے کہ وہ ذرات مادّہ خود بخود تعمیر کیا کرے۔ جب ایک مرتبہ کسی وقت میں جس کی کوئی ابتدا نہیں بتاتے اس بنیادی انرجی نے خود بخود اپنی سرشت یا طبیعت کے زور سے ذرات تعمیر کر دیئے جواب تک موجود ہیں تو اُسی طبیعت یا سرشت کیوجہ سے یہی انرجی پھر ذرات مادہ تعمیر

۳ کرسکتی ہے۔ سائنس داں یہ تو نہیں کہتے کہ یہ بنیادی انرجی یا قوت
بھی معدوم ہوجائیگی۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ انرجی خلاء بسیط میں
جس کی کوئی حد نہیں منتشر ہوجاویگی اور ایک مرتبہ منتشر ہونیکے بعد پھر بیکار
ہوجاویگی۔ آپ کے سائنس دانوں کا یہ خیال ٹھیک نہیں ہے۔ اسی
خلاء بسیط میں جب وہی انرجی ایک مرتبہ منتشر تھی تو اس نے پوری کائنات
تعمیر کردی تو اب اس کو دوبارہ اپنی قدرتی خاصیت کیوجہ سے کائنات
کے تعمیر کرنے میں کیا امر مانع ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ میرا عقیدہ بالکل مختلف
ہے۔ تم اب میرے ان اعتراضات پر غور کرنے کے بعد بتاؤ کہ اہل سائنس
کے قیاسات متعلق پیدائش کائنات وخاتمہ کائنات قابل تسلیم ہیں یا نہیں
متفکر۔ اب تو میرے دل میں بھی بہت سے شبہات پیدا ہوگئے ہیں اور
میں سمجھ گیا کہ اہل سائنس کے قیاسات کُلیتاً قابل تسلیم نہیں ہیں۔ کائنات
کے خاتمہ کے متعلق تو اُن کی رائے غلط معلوم ہوتی ہے۔ میں ایک بات
سے بہت خوش ہوا کہ اہل سائنس اور ہیئت داں لوگوں نے اس کل
موجودات کے بارے میں جو ایک ڈراونی تصویر ہمارے سامنے پیش
کررکھی ہے وہ تصویر ایک سچی تصویر نہیں ہے۔ ہماری دنیا اور یہ کل
چمکتے ہوئے تارے اور چاند اور سورج ایک خوفناک خاتمہ کیطرف
ہرگز نہیں جارہے ہیں بلکہ اُن کی ہستی کے قائم رہنے کا بہت زیادہ
امکان ہے۔ اور یہ کائنات اسی طرح بنتی اور بگڑتی رہیگی۔ لیکن ابھی
تک آپ اپنے اصلی مقصد پر نہیں آئے۔ آپنے خدا کی ہستی اور وجود
کے بارے میں تو اس وقت تک کچھ بھی نہیں کہا۔

معلم۔ اب تم سمجھ لو کہ تم ایک وہم پرستی کے جال سے نکل گئے۔ تم لوگ

اگر اپنا ذہن ادھر منتقل کرو تو تم کو یقین ہو جاویگا کہ مادّے کی خواص وغیرہ کی تحقیقات تو بہت ہی اچھی بات ہے اور اہل سائنس جو کچھ اِس میدان میں کر رہے ہیں وہ قابل داد ہے۔ لیکن اپنی تھوڑی سی تحقیقات پر وہ اپنے قیاسات کا اسقدر اضافہ کرتے جاتے ہیں کہ خود بھی ایک وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی طبیعت کو بھی ڈانواڈول کر دیتے ہیں۔ اُن کے قلب کو خود کسی بات کا اطمینان نہیں ہے۔ برخلاف اس کے جو لوگ خدا کے ماننے والے ہیں اُن کو بہت بڑا اطمینان رہتا ہے کہ ہم کو کس نے پیدا کیا ہے اور کون ہمارا ہر وقت نگراں رہتا ہے اور مرنے کے بعد بھی وہ ہمارا نگراں رہیگا ایک بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ ہم اپنے کو لاوارث نہیں سمجھتے۔ خدا کی ہستی اور وجود میں اعتقاد پیدا کرنے کے لئے بہت سے وجوہات موجود ہیں تم کو غور کرنے سے بہت سی باتیں خود بخود معلوم ہو سکتی ہیں اب کچھ اصولی اُمور تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جن سے خدا کے رستے پر آنے کے لئے تم کو امداد ملیگی۔

شنکر۔ آپ نے میری طبیعت کو ایک بہت ہی گہرے خیال سے ضرور اُکھیڑ دیا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ نے مجھکو کسی دوسری طرف بھی لا کر چھوڑ دیا ہے۔ میں تو خود ایک تشویش محسوس کرتا ہوں کہ مجھکو کسی طرح خدا کے وجود کا یقین ہو جائے۔

علم۔ تم کو لوگ یہ سمجھیں گے کہ تم دہریئے نہیں تھے اس لئے میری باتوں کا تم کو یقین آگیا۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ تم کو رفتہ رفتہ اپنے عقیدے کی طرف متوجہ کروں۔ لیکن اب جبکہ تمہارے دل میں

اس معاملہ میں تفتیش کا احساس ہو رہا ہے تو میں اس مسئلہ کیطرف متوجہ ہوتا ہوں۔ دیکھو ابھی اس سے قبل تمہارا یہ عقیدہ تھا کہ کائنات کی ابتداء انرجی یعنی برقی و کیمیائی و مقناطیسی وغیرہ قوتوں سے ہوئی ہے۔ اور یہ قوتیں ہمیشہ سے موجود تھیں اور جس زمانہ سے وہ موجود تھیں اُس کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔

لیکن جب انرجی ہمیشہ سے موجود تھی تو تم کو اس بات کے ماننے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ انرجی کسی دوسری ہستی میں موجود ہو اور اُس ہستی کے ذریعہ سے وہ ظہور میں آئی ہو۔

مُنکر۔ دقت تو کوئی نہیں ہے لیکن اُس دوسری ہستی کے وجود کا کہیں پتہ بھی نہیں چلتا۔

مُعلم۔ مادہ کی بنیادی انرجی یا قوت کو تم بطور ایک علمی قیاس کے مانتے ہو اُس کے ماننے کے لئے بھی تو کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔

مُنکر۔ یہ سچ ہے۔

مُعلم۔ جب یہ بات سچ ہے تو میرا انرجی یا قوت خود بخود بھی موجود رہ سکتی ہے۔ اور کسی دوسری ہستی کے ذریعہ سے بھی وجود میں آسکتی ہے۔ تمہارے سائنس دانوں کی تحقیقات یا خیال نے اِس بارے میں میری مشکل بالکل ہی حل کر دی۔ جو لوگ اس سے قبل خدا کے منکر تھے وہ مادہ کا وجود بلا ابتدار کے تسلیم کرتے تھے کہ یہ ذرات مادہ ہمیشہ سے لاتعداد زمانے سے موجود تھے اور اپنی طینت یا سرشت کیوجہ سے وہ ہمیشہ کائنات کی عمارت تعمیر کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب تو جب سے اس انرجی یا قوت کا خیال سائنس دانوں کو پیدا ہوا ہے کہ کل

کائنات کی بنیاد صرف انرجی پر ہی قایم ہے تو پھر کسی چیز کے عدم سے وجود میں لانیکے خلاف جو دلیلیں تھیں وہ سب خود بخود ختم ہو گئیں۔

ہمارے آریہ سماجی احباب تین چیزوں کو ازلی یا بلا ابتدا کے مانتے ہیں یعنی خدا۔ اور روح اور ذرّات مادہ۔ برخلاف اس کے اہل سائنس صرف ایک چیز کو ازلی یا بلا ابتدا کے مانتے چلے آئے ہیں اور وہ ذرات مادہ معہ اپنے خواص و سرشت کے ہیں۔ اہل مذہب صرف ایک ہستی کو یعنی خدا کو ازلی مان رہے تھے۔ اب اگر ہم ایک ایسی ہستی کو ازلی یا بلا ابتدا کے مان لیں جس میں انرجی یا قوت بھی ہو اور عقل اور روح بھی ہو تو پھر تو خدا کی ہستی کا تسلیم کر لینا بہت زیادہ آسان ہو جائیگا اور اس کا وجود قرین قیاس ہو جائیگا۔

میں نے شروع میں تم کو انسان کے تخیل کے بارے میں بتایا تھا۔ کہ گو اس کا وجود موجود ہے مگر حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کی موجودگی سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور وہ سنکھ ہا سنکھ میل کے فاصلہ پر ایک سیکنڈ کے سویں حصہ سے بھی کم وقت میں پہونچ جاتا ہے۔ اس کی رفتار کا مقابلہ نہ بجلی کر سکتی ہے اور نہ روشنی اور نہ کوئی اور مادّی قوت۔ اب فرض کر لو کہ ہمیشہ سے بلا ابتدا زمانہ ایک ہستی موجود تھی جو خود بخود وجود میں آئی اور وہ عقل رکھتی ہے اور بجائے انسانی تخیل کے ایک ایسی قوت رکھتی ہے کہ ایک ہی وقت میں تمام کائنات تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے اور صرف رسائی ہی نہیں بلکہ اس قوت میں وہ سب خواص موجود ہیں جو بجلی و روشنی و کیمیائی و مقناطیسی قوتوں میں ہم موجود پاتے ہیں۔ وہ اپنی قدرت کے ذریعہ سے سب کام کر سکتی

جو اہل سائنس کی انرجی کام کرتی ہے۔ بلکہ چونکہ اُس میں عقل ہے وہ معمولی اُن قوتوں سے جو مادی اشیاء کا لوازمہ ہیں لاتعداد گنا زیادہ کام لے سکتی ہے۔ مثال کے طور پر تم اپنی قوت تخیلہ کی طرف توجہ کرو۔ آسمان میں تم کو روشن بادلوں کا ایک حلقہ دکھائی دیتا ہے جسکو کہکشاں کہتے ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ بادل تاروں کے جھنڈ در جھنڈ سے بنتے ہیں۔ یہ اس قدر دور ہیں کہ بڑی سے بڑی دوربین میں بھی وہ تاروں کی شکل میں علیحدہ علیحدہ نہیں دکھائی دیتے۔ لیکن یہ قیاس ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ وہ تاروں کے جھنڈ ہیں۔ اِن روشن بادلوں کے آس پاس لاکھوں بڑے بڑے تارے بھی ہیں جو علیحدہ علیحدہ دکھائی دیتے ہیں۔ ہماری قوتِ تخیلہ اِن سب تاروں اور بادلوں تک آن کی آن میں پہونچ جاتی ہے اب اگر ہماری قوت تخیلہ اپنے عمل میں محدود نہ ہوتی اور اُس میں وہ سب قوتیں موجود ہوتیں جن سے کائنات بنتی اور بگڑتی رہی ہے تو ہمارا تخیل تمام کائنات پر ایک ہی مرتبہ حاوی ہوسکتا تھا اور مادی اشیاء پر حکومت کرسکتا تھا۔ جہاں کوئی تغیر پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی صرف ایک خیال سے ہی تغیر پیدا ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اُس خیال میں سب قوتیں جو حرکت دیتی ہیں یا چیزوں کو بگاڑتی و بناتی ہیں موجود ہوتیں۔ پھر اُس قوت کے ذریعے سے ذرات مادہ خود بخود بنتے جاتے اور ہزاروں سورج اور چاند اور تارے تعمیر پاتے رہتے۔ اِس قوت کو ہاتھ۔ پاؤں یا آنکھ کان کی کوئی محتاجی نہیں ہوسکتی تھی۔ کل کام محض خیال سے ہی ہوتے رہتے۔ جب تم ایک بے جان اور بے عقل چیز کو جیسے سائنس وال انرجی کہتے ہیں۔ کائنات کی تعمیر کے کل کاموں کے لیے قادر مانتے

ہو تو پھر ایک ذی عقل و ذی روح ہستی کو اُس انرجی کا مالک ماننے میں
کونسی دقت ہے - تم نے سائنس کے تجربوں سے معلوم کر لیا کہ مادّی اشیاء
میں کچھ ایسی قوتیں موجود ہیں جو مادے کی شکل میں تبدیلیاں پیدا کر سکتی ہیں
اور اسی سے قیاس لگا لیا کہ کل مادّہ اور کائنات انھیں قوتوں نے خود بخود
تعمیر کر دئیے ہیں اور وہ کل چیزیں جن کو ہم اپنے حواس خمسہ سے محسوس
کرتے ہیں اُن کی بنیاد انھیں قوتوں پر قائم ہے - یہاں تک تو تم کو اپنے
علمی تجربات اور قیاسات سے یقین کے لئے ایک بات مل گئی - لیکن تمہارے
سائنس داں یہ نہیں بتا سکتے کہ اُس انرجی یا قوت کا ماخذ کہاں سے ہے
جس سے یہ زمین اور سمندر - پہاڑ اور چاند اور سورج اور کل اجرام فلکی
بنے ہیں - لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ اُس قوت یا انرجی کا ماخذ ایک
ذی عقل ہستی ہے اور تم کو غور کرنے سے خود بخود معلوم ہو جاویگا کہ یہ بات
بالکل قرین قیاس ہے اور اُس کی سب سے قوی وجہ یہ ہے کہ وہ قوت
یا انرجی خلاء کے جس حصّہ میں بھی موجود ہو گی اُس کے خواص ہر مقام پر
ایک ہی جیسے ہونگے - روشنی بھی انرجی کے شعبوں میں سے ایک
شعبہ ہے - خواہ وہ ہمارے سورج میں سے نکلے یا ایک سنکھوں میل دور
کے کسی تارے سے نکلے - اُس کی رفتار و عمل سب جگہ یکساں ہونگے
اسی طور پر برقی قوتوں اور مقناطیسی قوتوں کی نسبت یقین کیا جاتا ہے
کہ خلاء کے ہر مقام پر اُن کی رفتار و کام سب یکساں ہوتے ہیں - پھر
ذرات مادہ کو دیکھئے کہ وہ جہاں بھی ہوں اُن کی نسبت یقین کیا جاتا
ہے کہ وہ برقی قوتوں سے ہی بنے ہیں اور ہر ذرہ ایک زبردست قوت
کا مجموعہ ہے پس اگر اُس کی انرجی اُس سے علیحدہ کیجا دے تو کیا وہ انرجی

گھوڑوں کی قوت کا کام دے سکتی ہے - اب اگر کل خلاء میں جہاں جہاں بھی اجرام فلکی یا دیگر مادّی اشیاء موجود ہوں وہ ایک ہی قانون کے تحت میں کام کرتے ہوں اور ہر جگہ مادّے اور اُس کی بنیادی قوتوں کے ایک ہی جیسے خواص ہوں تو پھر یہ بات بہت ہی زیادہ قرین قیاس ہو جاتی ہے کہ اُن سب کا ماخذ بھی ایک ہی ہوگا - اور اُن کی طینت و سرشت بھی کسی ایک ہی صانع کے ہاتھ سے اُن کے ساتھ لگا دی گئی ہے - اگر کل ذرات مادّہ اور بنیادی قوت یعنی انرجی کسی ایک ماخذ سے نہ ہوتے تو پھر یہ بات زیادہ قرین قیاس ہوتی کہ کسی مقام کی انرجی اور ذرات کی ایک خاصیت اور طبیعت ہوتی اور دوسرے مقام کی انرجی کی دوسری خاصیت اور طبیعت ہوتی - آخر مختلف مقامات کی انرجی کا طینت میں اور سرشت میں اور عمل میں یکساں ہونے کی کوئی توجیہ ہونی چاہیئے - اور وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ تمام انرجی اور مادّہ کا ماخذ کوئی ایک بہت ہی زبردست ہستی ہے - اُس کی زبردست قوت نے کائنات پیدا کر دی اور اُسی کی قوت ارادی و خیال محرک وجود ہستی ہوئے - اور اگر ہم اپنا ذہن کسی اور گہرے اصول کی طرف منتقل کریں تو ہم کو یہ ماننا پڑیگا کہ جس ہستی میں وہ قوت اور خیال موجود ہوں جن سے کائنات پیدا ہوئی ہے تو وہ ہستی ایک غیر ذی عقل ہستی نہیں ہو سکتی - کائنات کے پتے پتے میں ایک انتظام اور نظام دکھائی دیتا ہے - یہ انتظام اور نظام کسی اندھی قوت کے ہاتھ کا کام نہیں ہے بلکہ کسی ایسی قوت کا کام ہے جس میں نظام قائم کرنے کی سمجھ ہو -

منکر آپ دنیا کے نظام و انتظام کی نسبت جو کچھ چاہے کہئے لیکن یہ بات

تو بالکل صاف معلوم ہوتی ہے کہ یہ کل کائنات موجودہ حالت کو قوانین ارتقاء کی وجہ سے پہونچی ہے۔ اگر اس کے بنانے والی کوئی اُس قسم کی زبردست ہستی ہوتی جو آپ کے ذہن میں ہے اور جس کو آپ خدا کہتے ہیں تو اُس کے لئے کچھ مشکل نہ ہوتا کہ ایک زمین یا ایک چاند یا ایک سورج آن کی آن میں پیدا کر دیتا اور انھیں حالات کے ساتھ پیدا کر دیتا جو پدموں سال کی ارتقائی ترقی کی وجہ سے موجودہ حالت کو پہونچے ہیں۔ اندھی قوت جس سے کائنات کا وجود میں آنا اہل سائنس تسلیم کرتے ہیں اُس نے پدموں سال میں کہیں اپنی طبیعت یا سرشت کے زور سے موجودات کو موجودہ جامہ پہنایا ہے۔ لیکن ایک ذی عقل ہستی کے لئے کیا مشکل تھا کہ وہ ایک سیکنڈ میں سب کچھ تیار کر دیتی۔ اس سے کسی ذی عقل ہستی کے متعلق شبہات پیدا ہوتے ہیں اور پھر اُسی غیر ذی عقل اندھی قوت یا نیچر یا دی انرجی کی طرف خیال دوڑتا ہے کہ اُسی نے یہ سب سامان تیار کیا ہے۔

علم۔ غالباً تم خدا پر ایمان رکھنے والوں کے اعتقاد سے واقف ہوگے وہ خود ہی اس میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا نے کہا کہ ہو جا تو سب کچھ ہوگیا۔ وہ ارتقائی ترقی کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کے حکم سے آن کی آن میں کل کائنات تیار ہوگئی۔ لیکن اگر میں سائنس کے اس اصول کو مان لوں کہ کل کائنات ارتقائی عمل سے ترقی کرتے کرتے موجودہ درجہ کو پہونچی ہے۔ تو اس میں اہل مذہب کے عقیدے سے اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ذی عقل خالق نے ارادہ کیا کہ مخلوق ہستی کا جامہ پہنے تو اُس کے بعد مخلوق کی ابتدار

شروع ہوگئی اور کل وہ سامان اور مسالہ مہیا ہوگیا جس سے
کائنات موجودہ درجہ تک پہونچ گئی - ارتقائی عمل بھی اُسی کی قوت
ارادی سے پیدا ہوا اور مادہ اور مادے کے خواص بھی اُسی کی
قوت ارادی سے ظہور میں آئے - اب یہ کہنا کہ اگر ذی عقل خالق چاہتا
تو ایک ہی مرتبہ بنے بنائے سورج دہنی بنائی زمین اور تارے دکھائی
دینے لگتے - ذرہ ذرہ کو بتدریج جوڑ جوڑ کر اجرام کے تیار کرنے کی
کیا ضرورت تھی - یہ محض ایک اعتراض ہی اعتراض ہے - اس میں کوئی
معقولیت نہیں ہے - ہمارے پاس اسوقت اہل سائنس کے صرف
قیاسات یعنی تھوریاں ہیں اور اُنھیں کی بنا پر ہم کائنات کی پیدائش
تدریجی طور پر ظہور میں آنے کا یقین کر رہے ہیں - لیکن کسی ایک سائنسداں
نے بھی آج تک یہ نہیں کہا کہ جو بات میں کہتا ہوں وہ بالکل صحیح ہے
پس جبکہ وہ کسی بات کو یقینی طور پر صحیح ہونے کے قائل نہیں ہیں تو
پھر ارتقائی عمل سے تدریجی ترقی و تکمیل کی نسبت کیسے یقین کیا جاوے
کہ وہ اصلی حالات کی ایک سچی تصویر ہوگی - تاہم تدریجی ترقی اگر بیجان
وغیر ذی عقل برقی قوتوں کی وجہ سے عمل میں آئی ہے تو وہی تدریجی
ترقی ایک ذی روح و ذی عقل ہستی کے ذریعہ سے عمل میں آنے میں
کیا امر مانع ہے اور اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے -

منکر - خیر یہ تو ایک معمولی اعتراض تھا لیکن کیا آپ کو یہ بات قابل یقین معلوم
ہوتی ہے کہ ایک ذی عقل ہستی کی قوت ارادی سے کل کائنات کی
استمداد ہوئی ہو اور جب کائنات کی عمارت تکمیل کو پہونچ گئی ہو تو وہ ذی
عقل ہستی کائنات کی ہر چیز سے علحدہ ہوکر کہیں چھپی بیٹھی ہو - آخر آپکی

وہ ذی عقل ہستی کہاں ہے اس خلا رمیں ہے یا کہیں کسی اور جگہہ۔

مُعلم - میں نے شروع ہی میں تم کو بتا دیا تھا کہ بہت سی چیزیں موجود تو ہیں تخیل۔ قوت حافظہ۔ فہم و ادراک جو انسان کے اندر موجود ہیں وہ بھی کسی دوسرے طریقہ سے کبھی ظاہر نہیں ہوتے تم نے اُس وقت تو تسلیم کرلیا تھا کہ یہ چیزیں موجود تو ہیں لیکن حواس خمسہ کے احاطہ سے باہر ہیں۔ اب پھر تم اُسی مقام پر آگئے جہاں سے شروع کیا تھا۔

مُنکر - ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ اسکو بلا وجہ دوبارہ چھیڑ دیا۔ لیکن اس کا جواب آپ نے نہیں دیا کہ وہ ذی عقل ہستی جس کو آپ خالق مانتے ہیں وہ اس خلار کے اندر رہتی ہے یا اُس سے باہر ہے۔

مُعلم - میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ خلار اور یہ زمانہ ہر چیز اُسی ذی عقل ہستی کی قوت ارادی نے پیدا کئے ہیں اور وہ ذی عقل ہستی خلار کے ہر مقام پر موجود ہے اور کائنات کی ہر چیز میں موجود ہے۔ موجودات کے اندر بھی ہے اور موجودات سے باہر بھی ہے۔ اُس کو کسی مکان یا خاص جگہہ یا ٹھکانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مُنکر - اس بات کے ماننے کو طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔

مُعلم - جس چیز کو دیکھا نہو مگر اُس کے وجود و ہستی کا یقین ہو جائے کہ وہ موجود ہے تو طبیعت کا اُس کے ماننے کو آمادہ نہ ہونا طبیعت کی ایک ضد سمجھی جاویگی۔ تم کو سب سے پہلے اس بات کے تسلیم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ کائنات ایک ذی عقل ہستی کی دستکاری کا نتیجہ ہے اور اس امر کا تسلیم کرنا نہایت گہرے اور لگاتار غور و خوض کا نتیجہ ہوگا اگر تم کو اسبات کی سچی خواہش ہے جیسا کہ تم نے اس سے قبل کہا تھا کہ

تم خدا کے وجود کے ثابت ہونے کے متمنی ہو تو پھر تم کو اپنا ذہن فروعی باتوں پر اور غلط اعتراضات کی طرف منتقل نہ کرنا چاہیئے۔

تم کو اتنی باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم تسلیم کرتے رہے ہو۔ اوّل یہ کہ جب انرجی جو ایک اندھی قوت ہے اور جو اہل سائنس کے نزدیک خود بخود وجود میں آئی اور کائنات کے وجود میں لانے میں کامیاب ہو گئی تو پھر ایک ذی عقل ہستی کا خود بخود وجود میں آنا اور اپنی قوت ارادی سے کائنات کو وجود میں لانا کوئی خلاف قیاس امر نہیں ہے بلکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ موجودات کو وجود میں لانے کے لئے کوئی ذی عقل ہستی ہی زیادہ موزوں ہے۔ جب تم ایک بے جان و غیر ذی عقل ہستی کے خود بخود وجود میں آنے کے قائل ہو تو ایک ذی عقل ہستی کا خود بخود وجود میں آنا اور وہی کام کرنا جو غیر ذی عقل برقی قوتوں نے کیا ہے تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا اور تمہاری طبیعت اس کے ماننے کو آمادہ کیوں نہیں ہوتی۔

دوسرے یہ کہ اگر ایک ذی عقل ہستی کی قوت ارادی میں وہی قوت یا انرجی ازل سے موجود ہو جس سے سائنس دانوں کے نزدیک کائنات ظہور میں آئی ہے اور اسی ذی عقل ہستی نے اگر انہیں قوتوں سے کام لیا جن قوتوں سے اہل سائنس کے نزدیک قوتیں خود بخود کام لیتی ہیں تو اس میں کون سا امر سائنس کے خلاف پڑتا ہے۔

تم اپنی طبیعت کو استقلال کے ساتھ کسی ایک نقطہ پر قائم کرو تب یہ گہری باتیں تمہارے ذہن میں اترنی شروع ہوں گی

منکر۔ جو بات آپ کہہ رہے ہیں اس کا جواب تو فی الواقع کچھ نہیں ہے لیکن سائنس نے ہم کو اس خدائی میدان سے اس قدر ہٹا کر دور

پھینکا ہے کہ کسی طرح طبیعت ادھر نہیں آتی۔ تاہم مجھکو توجہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کام ایک غیر ذی عقل چیز کر سکتی ہے وہ اگر ایک ذی عقل ہستی کے ہاتھوں تکمیل پائے تو اسمیں کوئی امر خلاف عقل اور خلاف قیاس نہیں ہے۔

معلم - خدا پر یقین قایم کرنے کے لئے صرف یہی بات کافی نہیں ہے کہ خواہ غیر ذی عقل انرجی کو موجودات کے وجود میں لانے کا یقین کریں یا ایک ذی عقل ہستی کا یقین کریں۔ دونوں میں کوئی تو ضرور کائنات کی پیدایش کا باعث ہوا ہوگا۔ اس قسم کا خیال ایک ایسے انسان کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے جس نے ان امور پر کبھی غور ہی نہ کیا ہو۔ تم نے جب ان امور کیطرف توجہ کی ہے اور تمہارے دل میں تفتیش کا شوق پیدا ہوا ہے تو تم پورے طور پر اس مسئلہ پر غور کرو اور کسی ایسے نتیجہ پر پہونچنے کی کوشش کرو جو تمہارے نزدیک قابل یقین ہو۔

خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے بہت سی قابل یقین دلیلیں موجود ہیں اب تم مردہ و بے جان مخلوقات کو چھوڑ کر خود انسان کی حالت کی طرف توجہ کرو۔ انسان میں وہ باتیں موجود ہیں جو ایک مردہ و غیر ذی روح و غیر ذی عقل ہستی پیدا نہیں کر سکتی۔ برقی و مقناطیسی و کیمیائی قوتیں وہ باتیں ہرگز نہیں کر سکتیں جو انسان میں موجود ہیں۔ مادہ اور اسکی قوتیں جو اہل سائنس کے نزدیک خالق مانی جاتی ہیں اُن میں عقل نہیں ہے۔ فہم و ادراک نہیں ہے۔ قیاس و حافظہ نہیں ہے۔ ایجاد و اختراع کی قوت نہیں ہے روح اور حس نہیں ہے۔ اور تمہارے سائنس داں یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اور اُس کی قوت اپنے سے علیحدہ کوئی چیز وجود میں نہیں

لاسکتے ہیں۔ بلکہ اُن کا خیال یہ ہے کہ ذرات مادہ سے اجرام فلکی اور
کل مادّی اشیاء جس میں انسان و حیوانات بھی شامل ہیں تیار ہوئے ہیں
اور جو خواص ذرات بنیادی یا انرجی میں تھے وہی خواص ہر چیز میں جو
ان ذرات سے بنتی ہیں موجود رہتے ہیں۔ لیکن ذرات مادہ میں روح
نہیں ہے۔ جان نہیں ہے۔ فہم و ادراک نہیں ہے۔ قیاس و حافظہ
نہیں ہے۔ تو پھر اگر انسان فقط انہیں ذرات مادّہ کے مسالہ سے بنا
ہوتا تو اُس کے دماغ میں وہ خصوصیات کہاں سے پیدا ہوتیں جو انسان
کے دماغ میں پائی جاتی ہیں۔ برقی قوت میں یا مقناطیسی قوت میں یا
کسی کیمیائی قوت میں عقل ہرگز نہیں ہے۔ پھر انسان کے دماغ میں
عقل کہاں سے آئی۔ اسی طور پر مادہ میں دیگر خصوصیات میں سے
ایک بھی نہیں جو انسان میں ہیں۔ پھر انسان کے اندر یہ خصوصیات
کہاں سے آئیں۔ یہ خیال کہ مختلف قوتوں کے ملنے سے ایک نئی چیز پیدا
ہو گئی اور ہم اُس کو عقل یا فہم یا ادراک یا حافظہ یا قیاس کہنے لگے۔
بالکل ہی ایک بے بنیاد خیال ہے اور وہم پرستی سے بھی بدتر ہے جب
کسی ڈاکٹر یا اہل سائنس نے آج تک مادہ کی کسی چیز میں ان چیزوں میں
سے ایک کا بھی سراغ نہیں لگایا جو انسان کے دماغ میں پائی جاتی ہیں
تو پھر مختلف ذرات کے ملنے سے ایک نئی چیز جو ان ذرات میں نہیں تھی
کیسے پیدا ہو گئی۔ اور اگر ذرات میں عقل و ادراک وغیرہ پیدا کرنے کی
قدرت تھی تو وہ دوسرے ذرات کی قوتوں سے ملکر کسی اور جسم میں
بھی وہی صفات پیدا کر سکتے تھے جو انسان کے دماغ میں پیدا ہو گئے
انسان کا دماغ تو ایک نہایت ہی قلیل مقدار کے ذرات سے تیار

ہوا ہے اور اُسی مقدار کے مطابق اُس میں انرجی یا بنیادی قوتیں بھی بہت ہی قلیل مقدار میں ہونگی۔ لیکن دیگر مادی اشیاء جو دماغ کی نسبت سنکھا سنکھ گنا زیادہ ذرات مادی سے بنتی ہیں اُن میں انرجی یا بنیادی قوت بھی سنکھا سنکھ گنا زیادہ ہوگی۔ اگر مادہ میں یہ خصوصیت ہوتی کہ اُس کی قوتوں کے ملنے سے عقل یا فہم یا ادراک جیسی چیزیں پیدا ہوسکتی ہیں تو پھر انسان کے چھوٹے سے دماغ میں ہی ان قوتوں کے ملنے کا ایسا اہم نتیجہ کیوں پیدا ہوا۔ اگر ذرات میں اور اُن قوتوں میں جن سے وہ بنتے ہیں عقل و ادراک وغیرہ موجود ہوتے یا اُن کے آپس میں ملنے سے یہ خصوصیات پیدا ہوا کرتیں تو پھر بڑے بڑے اجرام جیسے کہ ہماری زمین اور سورج اور چاند ستاروں میں لاتعداد گنا زیادہ عقل و فہم و ادراک پیدا ہونے کا بھی امکان ہوتا۔ یہ بات یاد رکھو کہ عقل و فہم و ادراک و حافظہ و قیاس وغیرہ مادی چیزیں نہیں ہیں۔ وہ مادی اشیاء سے بالکل ہی علیحدہ چیزیں ہیں جو انسان کے دماغ میں یا دل میں یا کسی اور جگہ رہتی ہیں۔ اور اُن کے عمل اور کام سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ ہمارے اندر موجود ہیں۔ باقی کسی مادی چیز سے اُن کی طبیعت یا سرشت کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم کو اور ہمارے اہل سائنس کو یہ بات تسلیم کرنی پڑیگی کہ عقل و ادراک وغیرہ قوتیں جو انسان کے اندر پائی جاتی ہیں وہ غیر مادی ہیں۔ اگر وہ مادی ہوتیں تو مثل دیگر مادی چیزوں کے وہ بھی مادی اشیاء کو اپنے عمل کا ذریعہ یا واسطہ ٹھہراتیں لیکن عقل بلا کسی مادی چیز کے توسط یا سہارے کے کام کرتی ہے۔ روشنی جو مادی چیز ہے وہ کسی مادی چیز کی سڑک بنا کر کسی دوسری جگہ سے ہم تک پہونچ جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اتھر کو اپنی شاہزادہ بنا کر اُس کے وسیلہ سے دور دراز مقامات پر پہونچ جاتی ہے حرارت بھی بلا مادّی اشیاء کے وسیلہ کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک نہیں پہونچتی کیمیائی قوتیں بھی مادّی اشیاء کا ذریعہ ڈھونڈتی ہیں کہ ذرّات مادّہ کے ذریعہ سے ایک مقام سے چل کر دوسرے مقام تک اپنا اثر پیدا کریں۔ لیکن برخلاف اِن کل مادّی قوتوں کے کہ جو بلا وسیلہ کسی مادی درمیانی رشتہ کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک نہیں پہونچ سکتیں۔ عقل کو کسی مادّی شے کے وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے کہ دور دراز کی چیز دل تک اپنا قیاس پہونچائے۔ بلکہ بعض مادی اشیاء کے وجود کے آنے سے پہلے ہی عقل کا کیمرا اُن کا فوٹو کھینچ لیتا ہے۔ جس قدر بڑی بڑی ایجادات دُنیا میں ہوئی ہیں اُن سب کے بارے میں ہمکو معلوم ہے کہ اُن کے وجود میں آنے سے قبل ہی اُن کے کام اور عمل کے متعلق عقل نے ایک نقشہ کھینچ لیا تھا۔ گراموفون کو دیکھو کیا ہی حیرت انگیز ایجاد ہے۔ آج سے سو برس قبل کون کہہ سکتا تھا کہ انسان اپنی آواز کو کسی آلہ میں ایسا محفوظ کر سکیگا کہ جو بعد میں ہزاروں مرتبہ اپنے کو دُہرا سکیگی۔ لیکن عقل نے ایک چیز کو قبل اُس کے وجود میں آنے کے دیکھ لیا کہ وہ چیز ان ترکیبوں سے تیار ہوجاویگی۔ اور مادّی اشیاء میں سے فلاں فلاں چیزیں اُس کے تیار کرنے میں کام میں لائی جاوینگی لاکھ اور دیگر مسالہ کی ایک سلیٹ پر ایک گانے والے کی آواز کی وہ لہریں جو ہوا میں پیدا ہوتی ہیں جا کر لکیریں پیدا کر دیتی ہیں اور دوبارہ جب اُن لکیروں پر سوئی گھمائی جاتی ہے تو ہوبہو اُسی گانے والے کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ ذرہ برابر بھی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ اب ذرا غور سے کام لو اور

دیکھو کہ کیا یہ کام کسی اندھی مادّی قوت کا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر عقل بھی مادی قوتوں کا نتیجہ ہوتی تو پھر وہ اس شئے تک اپنے کو کیسے پہونچا سکتی تھی جو ہنوز وجود میں نہیں آئی ہے۔ اس بات میں تو شبہہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مادی اشیاء کی قوتیں خواہ مفرد حالت میں ہوں یا مرکب حالت میں۔ یعنی خواہ ایک ہی قوت ہو یا بہت سی قوتوں کا مجموعہ ہو۔ ایک دوسرے تک کسی مادّی شئے ہی کے وسیلے سے پہونچتی ہیں۔

لیکن تخیل و تصور و فہم و ادراک کسی مادی شئے کے موجودہ یا آئندہ پیدا ہونے والے وجود تک پہونچنے کے لئے کسی مادی شئے کے ذریعہ یا وسیلے کے محتاج نہیں ہیں۔ پس یہ بات ماننی پڑے گی کہ عقل مادی شئے نہیں ہے اور نہ کسی مادّی شئے کی قوت یا ترکیبی انرجی کا نتیجہ ہے۔ اس سے تم آسانی سے اس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہو کہ مادّہ سے علاوہ بھی اس ہستی میں کچھ چیزیں موجود ہیں جو مادی نہیں ہیں وہ کل غیر مادّی قوتیں یا خواص انسان کے اندر موجود ہیں۔ اور وہ کسی ایسی قوت یا انرجی سے نکلے ہیں جو خود غیر مادی ہے اور ذی روح و ذی عقل ہے میں نے تم سے اس سے قبل کہا تھا کہ کل کائنات اگر انرجی سے پیدا ہوئی ہے تو پھر وہ انرجی کسی ذی روح اور ذی عقل ہستی سے بھی پیدا ہو سکتی ہے اور اس کا غیر ذی عقل مادّہ سے پیدا ہونا بھی امکانی امر ہے۔ جیسا کہ اہل سائنس کہتے ہیں۔ لیکن اب تم کو معلوم ہو گیا کہ غیر ذی عقل مادہ ایک ذی عقل چیز کو یعنی انسان کی عقل پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ بات قریب قریب پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ جس قوت نے یہ ذی عقل چیز یعنی انسان کا دماغ بنایا ہے وہ خود بھی ذی عقل ہو گی۔ اسی ذی عقل ہستی کو ہم خدا کہتے ہیں جس کو تم نہیں مانتے ہو۔ انسان میں روح ہے اور جس طرح

اور عقل ہے اور ایجاد و اختراع کا مادّہ ہے۔ غیر ذی عقل مادہ میں ان اوصاف کا موجود ہونا ہرگز قیاس میں نہیں آتا۔ البتہ کسی ذی عقل خالق ہی میں یہ قوتیں ہو سکتی ہیں۔ تاکہ وہ کسی دوسرے کو بھی وہی چیزیں عطا کر سکے۔ جو خود اُس کے اندر موجود ہیں۔

انرجی یا قوت پہلے غیر مادّی شے خیال کی جاتی تھی لیکن اب اہل سائنس کے نزدیک وہ بھی مادّی اشیاء میں سے ہے۔ ہیئت داں لوگ سورج گرہن کیوقت جو سورج اور تاروں کا فوٹو لے لیتے ہیں اُس سے وہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ کسی تارے کی روشنی جو اُس وقت سورج کے پیچھے خلاء میں موجود ہو وہ جب سورج کے پاس سے گذرتی ہے۔ تو سورج کی کشش سے اپنا سیدھا رستہ چھوڑ کر سورج کی طرف جھک جاتی ہے اور اس سے وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ روشنی ایک مادی شے ہے ورنہ وہ کسی مادی چیز کی کشش کا اثر کیسے قبول کرتی۔ اس دلیل سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے کہ روشنی جو ایک قسم کی قوت یا انرجی ہے وہ مادی شے ہے۔ لیکن انسان کی عقل یا تخیل یا فہم و ادراک یا حافظہ سے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ بھی کسی مادی شے کی کشش قبول کرکے اُدھر جھک جاتے ہیں جدھر کھینچنے والی چیز ہوتی ہے۔

میں ایک بات یہاں پر صاف کردوں تاکہ آئندہ کوئی ابہام پیدا نہو۔ میں اب تک صرف اس بات پر زور دیتا رہا ہوں کہ انسان کے اندر جو عقل اور اس کے متعلق مختلف غیر مادی چیزیں موجود ہیں وہ بلا کسی مادی شے کے وسیلے کے آن کی آن میں دور دراز مقامات تک پہونچ جاتی ہیں۔ اس سے میری یہ غرض ہرگز نہیں کہ عقل بھی خلاء میں

اُڑتی پھرتی ہے۔ بلکہ میری غرض یہ ہے کہ عقل کو مثل کسی مادّی شئے
کے کسی دور دراز مقام تک پہونچنے کے لئے کسی حرکت کی ضرورت نہیں ہے،
عقل کا تعلق ایک ایسی ہستی سے ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ اُس کا تخیل ہر جگہ
بلا حرکت کے موجود ہوتا ہے۔ انسان کی قوت ارادی بھی ایک منبع
یا ماخذ ہے جس سے انرجی یا حرکت پیدا ہوتی ہے اور مادّی اشیاء اسی
کی تحریک سے تغیرات قبول کرنے پر مجبور رکھی جاتی ہیں۔

اس مسئلہ پر ایک دوسرے طریقہ سے بھی غور کرو تو وہی نتیجہ نکلیگا
جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اگر مادہ اور اس کی انرجی ہی خالق اشیاء
ہوتے تو اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا۔ کیونکہ کسی چیز کی تشکیل یا ترتیب
دینے کے لئے اُس کی مقدار اور اُس کے عناصر کو انتخاب کرکے ایک
جگہ جمع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن بے جان اور غیر ذی عقل مادّے
میں اور اندھی قوت یا انرجی میں انتخاب کرنے کی تمیز موجود نہیں ہے۔

ایک گلاب کے پھول کو ہاتھ میں لیکر دیکھو اور اگر چاہو تو خوردبین سے
اُس کے اُن اجزاء کو اور حصص کو دیکھو جن سے وہ بنا ہے تو معلوم ہوگا کہ کسی
بڑے کاریگر کے ہاتھ نے اُسکو ترتیب دیا ہے۔ ہر ایک چیز نہایت موزوں
طریقہ سے اپنی اپنی جگہ لگا دی ہے اور پتیوں کو مختلف رنگوں سے ایسے
طریق سے خوشنما بنایا ہے کہ دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ یہ رنگ اور خوشنمائی
اور موزونیت صرف اُسی وقت معلوم ہوئی جب حواس نے اُس کو پہچاننا
شروع کیا۔ مگر اس پھول کی زندگی میں بہت سے مراحل اور مدارج اُس
سے قبل بھی طے ہو چکے ہیں۔ جب وہ حواس کی زد سے بالکل ہی باہر تھا
یہ بڑا سا خوشنما پھول جو اس وقت تمہارے ہاتھ میں ہے کبھی کسی زمانہ گذشتہ

میں کبھی اور پھول کا ایک جزیا حصہ تھا - اور لاکھوں اور کروڑوں برسوں
میں وہ ابتدائی جزیا حصہ تبدیل ہوتا رہا اور ہر پھول کو اسی شکل و
رنگ و موزونیت کے ساتھ انسان کی آنکھوں کے سامنے پیش کرتا
رہا جو اس وقت دکھائی دیتے ہیں - اپنی ہستی کے ختم کرتے وقت وہی
چیز جو ابتدا میں وجود میں آئی تھی آئندہ نسل کے بڑھانے کے لئے اپنے
پیچھے چھوڑتا رہا - اور اسی سلسلہ میں آج یہ پھول بنا ہے جو تمہارے ہاتھ میں
ہے - اب اس جزیا حصہ یا بیج کی ابتدائی حالت کی طرف غور کرو جو اس
پھول کا مورث اعلیٰ تھا - اسی جزیا حصہ یا بیج میں وہ سب چیزیں موجود
تھیں جو آج تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں - وہی پتیاں اور وہی
موزونیت اور وہی خوشنما رنگ اس نہایت ہی ننھے سے بیج میں موجود تھے
جو پھول کے کھلنے کے بعد دکھائی دیتے ہیں - اس ابتدائی بیج کو آنکھ
ہرگز نہیں دیکھ سکتی بلکہ خوردبین جو بہت ہی طاقتور ہو وہی دیکھ سکتی ہے -
اب بتاؤ کہ اس ننھی سی چیز میں یہ خوشنما رنگ اور یہ موزوں اور نرم
نرم پتیاں کس نے رکھ دیں - اور ایک پھول میں ایک نہیں بلکہ ہزاروں
اسی قسم کے بیج ہونگے - جو کہ آنکھوں سے پوشیدہ ہیں لیکن آئندہ
ایک خوشنما باغ کی شکل میں ترتیب پانے کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب وہ
وقت آئے کہ ہم کھلیں اور دوسروں کے دل کو اپنی طرف کھینچیں - کیا
یہ کام کسی اندھی اور غیر ذی عقل قوت کا بھی ہو سکتا ہے - کیا ایک مردہ
اور بے حس مادے میں یہ صنعت اور کاریگری موجود ہو سکتی ہے جو اس
پھول کے بنانے والے نے اس میں رکھ دی ہے ہٹ دھرمی کی دوسری
بات ہے لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ یہ

کام کسی ذی عقل کاریگر کا ہے۔

اب ایک اور بات کی طرف توجہ کرو۔ تم نے اوپر دیکھا کہ کل کائنات میں جس کا ہم کو علم ہے صرف انسان ہی ایک ذی عقل ہستی ہے جسمیں صنعت و ایجاد و اختراع و قیاس کا مادہ موجود ہے۔ اب اگر ہم نے تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات دریافت کرلی کہ اشیاء کی بنانے والی اور ترتیب دینے والی کوئی اور ذی عقل ہستی ہے تو ایک سے دو ذی عقل ہستیوں کا وجود ثابت ہوگیا۔ اشیاء کے بنانے اور ترتیب دینے والی جو ذی عقل ہستی ہے وہ ایک خاص قانون کی رو سے کام کر رہی ہے۔ لیکن دوسری ذی عقل ہستی یعنی انسان کسی قانون کی رو سے اشیاء کو ترتیب نہیں دے سکتا۔ وہ ہر چیز میں جہانتک اُس سے ہوسکتا ہے اپنی ضرورت اور مطلب کے مطابق رد و بدل کرتا رہتا ہے۔ اب اِس گلاب کے پھول کو دیکھو قانون قدرت نے اُس کو اپنے طور پر ترتیب دیا۔ یہ قانون اُس نوعیت کے کل پھولوں کے لئے یکساں قانون ہے۔ لیکن انسان میں یہ قوت ہرگز نہیں کہ وہ ایک ذات کے کل پھولوں کو کسی واحد یکساں قانون کے تحت میں پیدا کرسکے یا اُن کی پرورش کرسکے۔ انسان کی عقل بالکل ہی جداگانہ طریق پر اپنا کام کرتی ہے جو قانون قدرت کے قانون سے مختلف ہوتا ہے۔ مگر ایک بات قانون قدرت انسان کے کام میں قطعی مشترک ہے اور وہ کاموں کے ذریعہ ادراک کے ظاہری اثر سے ثابت ہوتی ہے اور وہ کوئی قانون یا نقشہ ہے جس کے مطابق دونوں قوتیں کام کرتی ہیں۔ اب اُس نقشہ یا ہستی کی

جسے ہم خدا کہتے ہیں۔ قدرت تو سب موجود ہے لیکن وہ قدرت ایک
دائمی قانون کی شکل میں کام کر رہی ہے۔ اس قانون میں جب کوئی
تغیر پیدا ہوتا ہے تو وہ کسی دوسرے قانون کے تحت میں ہوتا ہے۔ قدرت
کے قوانین کی ماہیت وحقیقت کے سمجھنے سے ہماری محدود عقل قاصر ہے۔
لیکن اہل سائنس مادہ کے خواص یا طریق عمل کے دیکھنے کے بعد جو
قیاس کر لیتے ہیں اس قیاس کے قائم کرنے کے لیے بھی کوئی قطعی
ویقینی دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔ وہ اشیار کی سطحی تحقیقات
شروع کر کے قدم بقدم انکی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں
لیکن ایک حد پر جا کر ان کی نگاہ رک جاتی ہے اور اس سے آگے
وہ اپنے قیاس سے کام لینا شروع کر دیتے ہیں جو اکثر غلط ہوتا ہے اور
کوئی دوسرا شخص آکر ایک قدم اور آگے بڑھکر اس قیاس کو غلط
ثابت کر دیتا ہے۔ یہ غلطیاں فقط اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ اہل
سائنس صرف بے حس مردہ اور اندھی قوتوں کو ہی خالق اشیاء
اور قادر مطلق سمجھتے ہیں حالانکہ ان غیر ذی عقل قوتوں میں خود کسی
چیز کے بنانے یا ترتیب دینے کی مطلق کوئی صلاحیت نہیں ہے۔
وہ اس چیز کو ہرگز پیدا نہیں کر سکتیں جو خود ان میں موجود نہ ہو۔
سائنس دانوں نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان قوتوں
میں عقل کا عنصر بھی موجود ہے۔ لیکن انسان کے دماغ میں عقل
کی موجودگی ثابت کرتی ہے کہ عقل مادی قوتوں سے کوئی علیحدہ
چیز ہے وہ خود مادی نہیں ہے اور نہ مادی اشیار کے سہارے
سے اس کو کام کرنے کی کوئی مجبوری ہے۔ وہ مادی اشیار کے

مشاہدہ سے کچھ نتائج پیدا کرتی ہے اور نتیجہ کے پیدا ہونے کے بعد پھر وہ اُس مشاہدہ کی بھی محتاج نہیں رہتی۔ کہ جس سے اُس نے کوئی نتیجہ اخذ کیا تھا۔ چیزوں کے مشاہدے اور اُن کے خواص دیکھنے کے بعد اُس نے ایک ہوائی جہاز تیار کیا۔ اب جب ہوائی جہاز بن گیا تو پھر اُس کو بار بار انہیں چیزوں کے مشاہدہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جس کے مشاہدے کے بعد اُس نے جہاز تیار کیا تھا۔ اُس کا ابتدائی مشاہدہ اُس کے دماغ کے کسی حصہ میں بطور نقش کے رہ جاتا ہے اور آئندہ عقل ہمیشہ اُس نقش سے کام لیتی ہے۔ لیکن قانون قدرت کو کسی نقش سے بھی کام لینے کی محتاجی نہیں ہے۔ پس عقل تو قانون قدرت ہی کی بنائی ہوئی ایک چیز ہے۔ اور ہر کام میں اُس کی تقلید و پیروی کرتی ہے لیکن اس کے کام ناقص و نامکمل ہوتے ہیں کیونکہ وہ خود کامل بنائی ہوئی نہیں ہے۔

منکر۔ اب آپ مجھے منکر کے نام سے یاد نہ کیجئے۔ مجھے جن باتوں کا یقین ہو گیا ہے اگر آپ اُن کو مسلمان ہونے کے لئے کافی سمجھتے ہوں تو میں منکر کہلانے کا سزاوار نہیں ہوں۔

معلم۔ اچھا خوشی کی بات ہے کہ تمہارے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ لیکن اب بتاؤ کہ کن کن باتوں کا تم کو یقین ہوا ہے جن کی وجہ سے تم کو منکر کے لفظ سے نفرت پیدا ہوئی ہے۔

منکر۔ مجھے حسب ذیل باتوں کا یقین ہو گیا ہے۔

اوّل یہ کہ موجودات میں کچھ چیزیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جن کو ہم اپنے حواس سے معلوم یا محسوس نہیں کر سکتے۔ لیکن اُن

کی موجودگی میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک ذی عقل ہستی نے
اس کل کائنات کو پیدا کیا ہو جو ہمارے سامنے ہے تو اس کی موجودگی
خلاف قیاس نہیں ہوگی کیونکہ وہ ذی عقل ہستی بھی انھیں ہستیوں
میں سے ہوگی جو حواس خمسہ سے پہچانی نہیں جا سکتیں

دوئم یہ کہ کل موجودات جس کی بابت آج کل کے سائنس دانوں
نے یہ رائے قائم کرلی ہے کہ وہ رفتہ رفتہ عدم کے دروازہ کی طرف
حرکت کر رہی ہے اور ایک وقت آنے والا ہے کہ وہ معدوم
ہو جاویگی اور پھر اس کو وجود میں آنا کبھی بھی نصیب نہ ہوگا۔ ایک
غلط قیاس ہے گو کون و فساد کا تسلسل ہمیشہ رہیگا اور مادّے
کی ترتیب و تشکیل میں تغیرات پیدا ہوتے رہیں گے لیکن جبکہ وہ
اپنے لاانتہا ابتدائی زمانہ سے اب تک قائم ہے تو اب اس کے
خاتمہ کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

سوئم یہ کہ انرجی یا برقی قوت جو کل ہستی کے وجود میں لانیکی بنیاد
قرار دی جاتی ہے وہ ایک بے جان و غیر ذی عقل چیز ہے۔ اس کا خالق
ہونا خلاف قیاس ہے اور برخلاف اس کے اگر ہم ایک ذی عقل ہستی
کو مان لیں کہ وہ بلا ابتدا کسی زمانہ کے ہمیشہ سے موجود تھی اور
اس کی قوت ارادی میں وہ تمام قوتیں موجود تھیں جن کو مجموعی طور
پر ہم انرجی کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں اور اسی قوت ارادی
نے یہ کل کائنات وجود میں آئی ہے تو یہ بات کسی طرح خلاف قیاس
نہیں ہوسکتی۔

چہارم یہ کہ ایک ذی عقل ہستی کا وجود بہت ہی قرین قیاس معلوم

ہوتا ہے - اگر موجودات کا پیدا کرنے والا کوئی ذی عقل نہ ہوتا تو عقل جیسی چیز کا کہیں پتہ ونشان بھی نہ ہوتا - انرجی مسلّماً ایک غیر ذی عقل چیز ہے - ایک غیر ذی عقل ہستی کی نسبت یہ قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی ذی عقل چیز کو وجود میں لا سکیگی - انرجی تو صرف یہ کام کر سکتی ہے کہ بلحاظ اپنے تغیرات کے نئی نئی شکلیں اختیار کرے اور ایک قوت دوسرے سے ملکر مادّی اشیاء میں ایک ایسا اثر پیدا کرے جو ایک قوت اکیلی پیدا نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ ایک ایسی چیز پیدا نہیں کر سکتی جو خود اس کی سرشت وطبیعت میں نہ ہو - انرجی یا برقی قوتوں میں عقل نہیں ہے - اس لئے وہ عقل جیسی چیز ہرگز پیدا نہیں کر سکتی -

نتیجہ - یہ کہ اگر انرجی یا برقی قوتوں میں عقل کا بھی عنصر ہوتا تو وہ عنصر کائنات کی ہر چیز میں اپنا ظہور کہیں نہ کہیں ضرور دکھاتا - اس کے ایک انسان کے دماغ تک ہی محدود رہنے کی کوئی وجہ نہیں تھی - بڑے بڑے اجرام میں وہ عنصر اپنی موجودگی کسی نہ کسی شکل میں ضرور ظاہر کرتا - جب اس انرجی کے دیگر عناصر ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے تو عقل کیوں پوشیدہ بیٹھی رہتی - انرجی یا بنیادی قوت اپنے ایک لازمی عنصر کو بیکار نہیں چھوڑ سکتی تھی - بلکہ پتہ پتہ سے معلوم ہو جاتا کہ اس میں حافظہ بھی ہے اور فہم وادراک مادہ بھی ہے اور سوچنے اور سمجھنے کی قوت بھی ہے - اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سہانے چھوٹے سے دماغ میں بنیادی انرجی کی عقل جو اس کے خواص میں داخل ہے کل کی کل سمٹ کر آگئی ہے - پس انرجی میں عقل کا ہونا غیر ممکن ہے اور جبکہ انرجی میں عقل نہیں ہے تو پھر وہ عقل

جیسی چیز پیدا بھی نہیں کر سکتی۔ اس سے ایک ذی عقل خالق کا پورا سراغ لگتا ہے۔ ورنہ عقل کسی طرح پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔
ششم۔ یہ کہ عقل غیر مادی شے ہے اُس کو اپنا قیاس کسی ایک جگہ سے دوسرے مقام پر پہونچانے کے لئے کسی مادی شے کے وسیلہ کی ضرورت یا محتاجی نہیں ہے اُس کا قیاس ایک آن واحد میں کل کائنات میں چکر لگا سکتا ہے۔ انرجی تو ایک مادی شے ہے یہ بات اہل سائنس نے ثابت کر کے دکھا دی ہے کہ روشنی اور برقی قوتیں سب مادی اشیا ہیں۔ لیکن آج تک کسی نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ عقل بھی ایک مادی شے ہے۔ جب عقل غیر مادی شے ہے تو اُس کو ایک اندھی مادی قوت پیدا نہیں کر سکتی تھی۔
ہفتم۔ یہ کہ کائنات جو کمزور اور آخر کار معدوم ہونے والی ہے وہ ازلی نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر ازلی ہوتی تو قایم بالذات ہوتی اور ختم ہونے کی اس میں کوئی خصوصیت نہ ہوتی اور اگر وہ ختم ہونے والی چیز ہے تو پھر اُس کی کوئی ابتدا ضرور ہوگی کیونکہ لاتعداد زمانے تک ایک معدوم ہونے والی شے قایم نہیں رہ سکتی۔ اب اگر اُس کی ابتدا ایک مقررہ وقت سے شروع ہوتی ہے تو وہ کسی دوسری ذات کی وجہ سے وجود میں آئی اور اُسی دوسری ذات کی وجہ سے وہ قایم بھی ہے اور اسی کی مرضی کے تابع وہ اس وقت تک قایم رہیگی جب تک وہ دوسری ہستی اس کو قایم رکھنا چاہیگی۔
ہشتم۔ یہ کہ کل مادی دنیا میں قوتیں یکساں کام کرتی ہوئی دکھائی

دیتی ہیں۔ کشش عقل اگر اسی مادے میں موجود ہے جس سے زندہ بھی ہے تو وہی کشش ایک ایک تارے میں بھی موجود تسلیم کی جاتی ہے جن کی روشنی لاکھوں سال میں زمین تک پہنچتی ہے اور یہ امر سائنس دانوں کے نزدیک قطعی مسلمہ ہے کہ کل کائنات میں ایک ہی قسم کے قوانین کام کر رہے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مادی اشیاء کی پیدائش کسی ایک ہی ماخذ سے ہوتی ہے کیونکہ اگر اس کا پیدا کرنے والا کوئی واحد خالق نہ ہوتا یا کسی واحد ماخذ سے اس کی ابتدا نہ ہوتی تو پھر کل مادی دنیا میں ایک ہی قانون کا عمل کیسے ہوتا۔ کسی مقام کے مادے میں ایک قانون ہوتا اور کسی جگہ کوئی دوسرا قانون ہوتا اور کہیں پر کوئی بھی قانون نہ ہوتا اب جب کہ کل مادی دنیا ایک ہی قانون کے تحت میں دکھائی دیتی ہے تو لامحالہ یہ نتیجہ اخذ کرنا پڑے گا کہ مادی دنیا کو پیدا کرنے والا کوئی ایک ہی خالق ہے۔

مذکورہ بالا جملہ امور سے مجھکو اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ کائنات کی پیدا کرنے والی کوئی ذی عقل ہستی ہے اور وہ غیر مادی ہستی ہے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ ذی عقل ہستی اپنے کو پوشیدہ کیوں رکھتی ہے اور یہ پوشیدہ رہکر ہم کو اپنی پرستش کرنے کا حکم کیوں دیتی ہے اور ہمکو اپنے احکام کے مطابق کام کرنے کی تاکید کرتی ہے۔ اور اگر ہم اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں تو پھر ہم پر دوزخ کا عذاب کیوں نازل کرتی ہے۔

معلم میں اب تم کو منکر کے نام سے مخاطب نہیں کرونگا۔ بلکہ دوست

کے نام سے مخاطب کرونگا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے ایک ذی عقل خالق کی ہستی تسلیم کر لی۔ اِس ایک اصولی اعتقاد کے بعد باقی کل باتیں آسان ہو جاوینگی۔ تم اگر غور کرو تو تم کو اس بات کا پورا احساس ہو سکتا ہے کہ ایک ذی عقل ہستی کے اعتقاد میں تمام مسرتیں پوشیدہ ہیں۔ دل میں اس بات کا خیال آنا ضروری ہے کہ ہم کو کسی ذی عقل زندہ خالق نے پیدا کیا ہے تو اس کے بعد خوشی کے چشمے بہ بہ کر ہمارے قلب پر گرنے لگتے ہیں اور ہم کو اپنی سطح پر آہستہ آہستہ تیرانے لگتے ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کو خوشی حاصل کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں مل سکتی کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ ایک ہستی جو اپنی ذات اور اپنے اوصاف میں کامل اور بے مثل ہے اُس نے ہم کو فقط پیدا ہی نہیں کیا بلکہ وہ ہر آن ہمارے پاس ہی ہے۔ ہم پر مہربان ہے۔ رحم کرتی ہے۔ ہم کو پالتی ہے۔ ہماری تکالیف کی شکایت سنتی ہے۔ اور اُن کے تدارک کے لئے تدابیر کی طرف ہمارے ذہن کو منتقل کرتی ہے اور مرنے کے بعد بھی وہ ہمارے پاس ہی رہیگی اور ہم اُس کے پاس رہینگے۔ یہ تصور اس قدر دلچسپ ہے کہ میں تو اس کے بغیر ایک منٹ کے لئے بھی خوش نہیں رہ سکتا۔ برخلاف اس کے اگر ہم یہ خیال کریں کہ اندھی قوتوں کے ملنے سے ہم پیدا ہوئے اور جب ان قوتوں میں انحطاط ہو کر ہم مرجاوینگے تو اُن کے ساتھ ہماری ہستی قطعی ختم ہو جاویگی۔ ایک نہایت ہی بھیانک اور مایوس کن تصور ہے۔ ایسے تصور والا آدمی اپنے کو تن تنہا ایک لق و دق خشک صحرا میں کھڑا دیکھتا

ہوگا۔ وہ اپنے اندھی قوتوں کا نتیجہ سمجھکر یہ خیال کرتا ہوگا کہ یہ قوتیں جب کمزور اور بے ترتیب ہو جائینگی تو پھر میرے ظاہری وجود اور باطنی قوتوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائیگا۔ میرے لئے بجز تاریکی کے اور کوئی انجام نہیں ہے۔ مادے کے عناصر اپنے اپنے ہم جنس عناصر سے جا کر ملجاوینگے اور اپنے پیچھے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑینگے جس میں علم یا خوشی یا رنج کا مادہ باقی ہو۔ یہ تصور نہایت ہی تکلیف دہ ہے اور تم اب یا آئندہ کبھی اسکو اپنے پاس نہ آنے دینا۔ لیکن میں بحث کرتے کرتے اپنے مرکز سے ہٹ گیا۔ مجھے تمہارے اعتراضات کا جواب دینا چاہیئے تھا۔

سب سے اول تم نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ خدا جس نے ہم کو پیدا کیا ہے وہ پیدا کرنے کے بعد ہم سے پوشیدہ کیوں ہوگیا اور ہمکو دکھائی کیوں نہیں دیتا۔

اس کا جواب تو بالکل صاف ہے کہ خدا ایک غیر مادی ہستی ہے ہمارے حواس صرف مادی اشیاء کے پہچان کے لئے عطا کئے گئے ہیں غیر مادی اشیاء ان کے احاطے سے خارج ہیں۔ لیکن ہماری عقل ہمکو بتاتی ہے کہ ہمارا خدا ہمارے پاس ہر وقت موجود رہتا ہے اور عقل چونکہ غیر مادی چیز ہے اور اس کی موجودگی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایک غیر مادی چیز نے دوسری غیر مادی ہستی کو پہچان لیا۔ ہم اس بات کا قیاس کرنے پر مجبور ہیں کہ بجز عقل کے کائنات میں کوئی دوسری چیز خدا کو نہیں پہچان سکتی۔ پس اگر حواس خمسہ سے ہم خدا کو نہیں پہچان سکتے تو ہم کو ایک آلہ ایسا عطا کیا گیا ہے جس سے ہم خدا کو پہچانتے ہیں اور اس کے اوصاف کا تصور اپنے ذہن میں قائم کر سکتے ہیں۔

دوسری بات تم نے یہ کہی ہے کہ خدا ہم سے عبادت اور پرستش کرنے کی توقع کیوں رکھتا ہے

اگر تم غور کرو تو تم خود اس سوال کا جواب دے سکتے ہو۔ خدا کی پرستش سے خدا کی ذات کو کوئی نفع نہیں پہونچتا۔ اُس کی ذات معہ اپنے اوصاف کے کامل و بے نیاز ہے۔ اُس کی شان میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا۔ لیکن پرستش کرنے والے کی حالت بالکل ہی مختلف ہے انسان کا دل اور دماغ عجیب وغریب قوتوں اور جذبات اور خواہشات کا مجموعہ ہے۔ ان جذبات و خواہشات میں نیکی اور بدی دونوں موجود ہیں۔ ہمارے دل میں نیک خیالات بھی دن رات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور بُرے خیالات بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ جذبات اور خواہشات قابل تعلیم و تربیت ہیں۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اُس کی فطرت مثل دُھلے ہوئے سفید کپڑے کے بالکل ہی بے داغ ہوتی ہے۔ اس پر نہ کوئی اچھا خوشنما نقش ہوتا ہے اور نہ بدنما دھبہ ہوتا ہے۔ اب اگر اُس کو ایسے حالات میں اور ایسی صحبت میں چھوڑ دیا جاوے جہاں پر خوشنما نقش قائم ہونے کے موقعے اُس کو حاصل ہوں تو اُسکی فطرت اچھے نقش اپنے اوپر قبول کرنے کو آمادہ ہو جاویگی اور رفتہ رفتہ اُس کا قلب صفائی و پاکیزگی کی ایک تصویر بن جائیگا لیکن برخلاف اس کے اگر اُس کو اوائل عمری سے بری صحبت میں چھوڑ دیا جاوے اور ایسے لوگوں سے ہر وقت ملنے جلنے کا موقع دیا جاوے جو بدی کے بدنما دھبے اپنی فطرت پر قبول کر چکے ہوں تو پھر اُس بچہ کا قلب غلاظت کے ناپاک دھبوں سے بھر جائیگا اور وہ بڑے انسانوں

میں شامل ہو جائیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فطرت نہ کسی کو اچھا پیدا کرتی ہے اور نہ بُرا۔ اچھائی اور بُرائی تعلیم اور تربیت کے نتیجے ہوتے ہیں۔ لیکن ایک اچھا اور اعلیٰ انسان بتدریج بنتا ہے۔ جیسے کہ ایک پودے کو ہم شروع سے درجہ بدرجہ بڑھتے دیکھا کرتے ہیں کہ ایک وقت میں زمین سے ایک آدھ پتی نکلکر دکھائی دینے لگتی ہے اور پھر دس پانچ سال کے بعد ایک تنا اور درخت بن جاتا ہے۔ بالکل یہی کیفیت انسان کے ظاہری نشوونما اور باطنی ترقی کی ہوتی ہے۔ ایک آدمی اچھی صحبت پاکر اچھا آدمی تو بن گیا لیکن بلا کسی مزید تعلیم و تربیت کے وہ اعلیٰ مدارج پر نہیں پہونچ سکتا۔ انسان کے باطنی نشوونما کی بالکل وہی کیفیت ہے جو اُس کے ظاہری نشوونما کی ہے۔ اگر ایک بچہ کو اچھی اور پاک و صاف آب و ہوا میں رکھا جاوے اچھی غذا دیجاوے تو وہ ایک تندرست نوجوان اُٹھیگا۔ لیکن اگر کسی خاص جسمانی ورزش کی طرف متوجہ نہ ہو تو وہ ایک پہلوان نہیں ہو سکتا شہسوار نہیں ہو سکتا۔ جنگجو سپاہی نہیں ہو سکتا۔ نہ تنومند ملاح ہو سکتا ہے۔

اب اُس کی باطنی ترقی کی طرف توجہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ اس کو ایک راستباز یا صالح یا ایک ولی یا پیغمبر یا رشی یا اوتار بننے کے لیے بہت سے باطنی مدارج طے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان مدارج میں سب سے پہلا درجہ خود اپنے نفس پر قابو حاصل کرنا ہے۔ دل و دماغ میں لاتعداد خواہشات و جذبات کا ہجوم ہے جس میں ہر وقت تلاطم برپا رہتا ہے اور اُس کی وجہ سے ہمارے خیالات کی کشتی کو ایک سیکنڈ کے لیے بھی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ان خواہشات اور

جذبات کو روکا نہ جائے تو یہ ہمارے نفس اور ہمارے دل و دماغ پر خود
قابو پا جائینگے اور ان کے طوفان میں ہماری ہستی کی کشتی ڈگمگا کر پاش
پاش ہو جائیگی۔ پس باطنی ترقی کے لئے جس کو روحانی ترقی بھی کہا جاتا
ہے یہ ضروری ہے کہ اپنی خواہشات اور اپنے جذبات کو روک کر اپنے قابو
میں کیا جاوے۔ یہ کام تمام کاموں سے زیادہ مشکل ہے۔ بہت سے لوگ
مشقت اور ریاضت شروع کرتے ہیں۔ اپنا دم روکتے ہیں۔ پریشان
خیالات کے چاروں طرف کسی ایک خیال کی دیوار کھینچتے ہیں کہ دل
میں وہی خیال باقی رہے اور دوسرے سب خیالات اُس سے محصور
ہو کر ایک جگہ بند ہو جاویں لیکن شاید لاکھ دو لاکھ آدمیوں میں کوئی ایک
اس کوشش میں کامیاب ہو جائے تو ہو جائے باقی لوگ ناکام رہتے
ہیں۔ لیکن میرے نزدیک نہ ہم کو دم روکنے کی ضرورت ہے اور نہ مشقت
و ریاضت کی ضرورت ہے سہولیت اس میں ہے کہ اپنی کل خواہشات اور
جذبات جو دل میں پیدا ہوں اُن کو ایک ایک کرکے شمار کرکے کاغذ
پر ایک طرف وہ خیالات اور خواہشات لکھ لئے جاویں جن کو ہم اچھے
خیالات اور اچھی خواہشات سمجھتے ہیں اور دوسری طرف اُن جذبات
کو لکھ لیں جنکو برا سمجھتے ہیں۔ اب جب کبھی دماغ کام سے فارغ ہو کر خواہشات
اور جذبات کی آمد کا خیر مقدم کرنے لگے تو فوراً وہ کاغذ اُٹھا کر اپنے
سامنے رکھ لیا جاوے۔ اور جوں ہی کوئی خیال دل میں آوے تو
دیکھا جاوے کہ آیا یہ اچھے خیالات اور اچھی خواہشات میں سے ہے
یا برے خیالات اور بری خواہشات میں شامل ہے۔ اس وقت
اچھے خیالات کو دل میں آنے دیا جاوے اور برے خیالات کو نہ آنے

دیا جاوے۔ رفتہ رفتہ ہمارے دل کو خود بخود عادت ہوجاویگی کہ جہاں کوئی بُرا خیال اور بُری خواہش اُس کے سامنے آئی تو اُس کو ناگوار گذرے گا اور ایک قسم کی حس پیدا ہو جائیگی کہ بُری خواہشات اور بُرے خیالات کو دل خود ہی رد کرنے لگے گا۔ میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کچھ عرصہ کے لیے یہ عمل کیا تھا تو مجھے اِس سے بہت ہی نفع معلوم ہوا تھا اور بُرے خیال کے دل میں آتے ہی ایک بے چینی سی پیدا ہو جاتی تھی اور میں یہ سمجھ جاتا تھا کہ دل نہیں چاہتا کہ اس خیال کو میں اپنا مہمان بناؤں۔ میں ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا قلب بُرے خیالات اور بُری خواہشات سے بالکل ہی پاک وصاف ہے لیکن اب عادت پڑ گئی ہے کہ بُرے خیالات اور بُری خواہشات کو قلب بہت دیر تک اپنے پاس رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔

اگر کسی کو یہ درجہ نصیب ہوجاوے کہ اُس کا دل بُری خواہشات اور بُرے جذبات سے بالکل ہی پاک وصاف ہو جاوے تو وہ آدمی ترقی کی ایک بڑی منزل طے کرنے میں کامیاب سمجھا جاویگا۔

اب اس درجہ پر پہونچنے اور اُس منزل کے طے کرنے کے بعد انسان کے سامنے دوسری اور بڑی منزل رہتی ہے وہ منزل وہ ہے جو ہمارے قلب کو اپنے خالق کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اور اس توجہ کو میں عبادت کہتا ہوں۔ میرے نزدیک عبادت صرف اُس عمل کا نام ہے کہ ہمارا قلب یکسوئی کے ساتھ اپنے خالق کی اوصاف کا نقشہ اپنے اوپر قبول کرنے لگے۔ خالق کی ربوبیت اور رحم اور مہربانی و دیگر اوصاف کا تصور بار بار کرنے سے آخر کار ہمارا قلب

اُسی کی طرف جھک جائیگا۔ اور پھر اُس کے مخالف خیالات کے ذہن میں آتے ہی اُس کو ایک قسم کی تکلیف محسوس ہونے لگے گی کہ میں غلط راستہ پر چل دیا۔

اسلام میں کیا اور ہندو مذہب میں کیا اور عیسائی مذہب میں کیا ہر مذہب میں اس بات کی تاکید ہے کہ خدا کے سامنے پوری توجہ کے ساتھ اپنا سر جھکاؤ اور قلب میں اس کا احساس پیدا کرو کہ جس کے سامنے تم ہاتھ باندھے کھڑے ہو یا جس کے سامنے تم سجدہ میں پڑے ہو وہ کیسی ہستی ہے اور اس کے اوصاف کس قدر اعلیٰ ہیں اور وہ ہم پر کس قدر مہربان ہے اور ہم اُس کے ہیں اور وہ ہمارا ہے۔

اسلام میں تو بار بار تاکید آئی ہے کہ نماز پوری توجہ کیساتھ حضوری قلب سے پڑھی جاوے۔

گیتا جی میں جو ہندوؤں کی بہت بڑی مذہبی کتاب ہے اہیمن کرشن جی نے جن کو ہندو خدا کا اوتار مانتے ہیں ایک جگہ فرمایا ہے کہ جو لوگ سخت سے سخت ریاضت کرتے ہیں اور آگ جلا کر اُس کے پاس بیٹھتے ہیں اور رات کو ٹھنڈے پانی میں بیٹھتے ہیں اور اپنے دھوپ میں بیٹھتے ہیں اور دن رات کھڑے رہتے ہیں یا اپنے ہاتھ کو اُلٹا لٹکاتے ہیں اور پاؤں معطل کرکے سکھا دیتے ہیں اور دیگر طور پر طرح طرح کی تکلیفیں اپنے جسم کو دیتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ میں اُن کے اندر نہیں ہوں میں تو صرف اُن کے اندر رہتا ہوں جو دن رات اور صبح و شام اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور اپنا کام کاج کرتے وقت بھی ہر وقت میرا خیال اپنے ذہن میں رکھتے ہیں۔ میرے خیال میں سچی عبادت اسی کو سمجھنا چاہیئے کہ

انسان ہر وقت یا جب بھی موقع ملے اپنے خالق اور اُس کے اوصاف
کا خیال اپنے ذہن میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔

مذکورہ بالا تو اصلی عبادت ہے اور دوسری ایک رسمی عبادت بھی
ہے کہ لوگ دوسروں کے دکھانے کے لیے بلا کسی حقیقی توجہ یا خیال
کے ایک طرف کو منہ کر کے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں یا کسی بت یا
ستارے یا درخت کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں یہ عبادت اصلی نہیں ہے
لیکن میری غرض یہاں پر تم کو اصلی عبادت کا مقصد اور فائدہ بتانے
سے ہے۔ اور نقلی عبادت کی مذمت کرنا میرا مقصد نہیں ہے۔ اب
تم کو معلوم ہو گیا کہ انسان اصلی عبادت کے ذریعے سے اپنے قلب
کو کس قدر ترقی دے سکتا ہے۔ جو قلب حرص اور کینے اور بغض
اور بدی کا گھر بننے کی بھی قابلیت رکھتا ہے اُس قلب سے برے
برے جذبات الگ کر کے اُس کو رحم اور محبت اور دیگر پاکیزہ خیالات
کا گھر بنا دینا یہ بھی اور اصلی عبادت کے ذریعے سے ہی حاصل ہو سکتا
ہے۔ خدا کے متعلق ہمارا تصور یہ ہے کہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے
اُس کی ہر بات اچھی ہے۔ جب ہم ایک ایسی ہستی کا نقشہ اپنے قلب
پر قائم رکھیں تو پھر اُس قلب میں برائی کے آنے کی گنجائش باقی نہ
رہیگی۔ جب ہم اپنے خالق کے سچے اوصاف کا تصور اچھی طرح سے
اپنے دل میں قائم کرلیں اور برائی کی آلائش سے ہمارا قلب پاک
ہو جائے تو پھر ہم اپنی ہستی اُسی خالق کے ہاتھ میں سپرد کر دینگے
یعنی اپنا جینا اور دکھ اور خوشی سب اُسی کی مرضی کا نتیجہ سمجھنے لگیں گے
یہ درجہ ہمارے باطنی قوا کی ترقی کا بہت ہی اعلیٰ درجہ سمجھنا چاہیئے۔

اس کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر پہونچ جائینگے کہ جہاں پر خوشی ہی خوشی ہے رنج کا نام بھی نہیں ہے۔

اب تم کو عبادت کی ضرورت خود محسوس ہو رہی ہوگی تم نے دیکھا کہ تمہاری عبادت سے تمہارے خالق کو کچھ نفع نہیں پہونچا لیکن عبادت نے تم کو ایک ادنیٰ زندگانی سے اعلیٰ مراتب تک پہونچا دیا اور اگر انسان کی دنیاوی زندگی اور مابعد کی زندگی کا مقصد حقیقی مسرت کا حاصل کرنا قرار دیا جاوے تو اس کے حاصل کرنے کیلئے عبادت ہی ایک سچا اور موثر طریقہ ہے۔

آخر میں تم نے یہ سوال کیا تھا کہ خدا ہم کو اپنے احکام کی پابندی کا حکم کیوں دیتا ہے اور اگر ہم پابندی نہ کریں تو ہم پر دوزخ کا عذاب کیوں نازل کرتا ہے۔ اس کا جواب ایک ایسے شخص کے لئے جس نے بنی نوع انسان کی تدریجی ترقی کی تاریخ پڑھی ہو کچھ مشکل نہیں ہے۔

ابتدا میں انسان بالکل درندوں کی حالت میں جنگلوں میں پھرا کرتا تھا اور چونکہ اس میں عقل بھی تھی وہ نہایت ہی ظالم قسم کا درندہ تھا۔ درندے جانور عام طور پر اپنی جنس کے درندوں کو کھانے کے لئے نہیں مارتے۔ شیر یا چیتا یا دیگر جنگلی درندے ایک دوسرے کو اس لئے کبھی نہیں مارتے کہ ان کے گوشت سے اپنا پیٹ بھریں۔ لیکن انسان ابتدا میں ایک ایسا غیر معمولی درندہ تھا کہ وہ دوسرے انسان کو کھانے کے لئے اور اپنی بھوک بجھانے کے لئے مارتا تھا اور اب بھی مردم خوار وحشی دوسرے انسانوں کو

مار کر کھا جاتے ہیں۔ تم نے چارلس ڈارون کا سفرنامہ راونڈ دی ورلڈ نامی پڑھا ہوگا۔ چارلس ڈارون نے جنوبی امریکہ کے وحشیوں میں کا ایک لڑکا جہاز پر لے لیا تھا اور اس کو وہ انگلستان بھی لے گئے تھے۔ اور دوبارہ جب وہ پھر اُس ملک میں گئے تو اُس لڑکے کو اُس کی خواہش کے موافق اُنھیں وحشیوں میں چھوڑ آئے جہاں سے اُس کو لیا تھا۔ چارلس ڈارون نے ایک مقام پر ذکر کیا ہے کہ اُس وحشی لڑکے سے معلوم ہوا کہ سخت برف باری کے زمانہ میں جب وحشیوں کو کچھ کھانے کو نہیں ملتا تو وہ بوڑھی عورتوں کو مار کر کھا جاتے ہیں۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ جب بوڑھی عورتیں اپنے بیٹوں اور پوتوں اور دیگر عزیزوں کو دیکھتی ہیں کہ وہ اُن کو مار کر کھانے پر تلے بیٹھے ہیں تو وہ چپکے سے نکلکر پہاڑوں میں جا کر چھپ جاتی ہیں۔ لیکن وحشی اُن کے پیچھے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کہ شکاری کتے شکار کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ اور اُن کو ڈھونڈکر پکڑ لاتے ہیں اور مار کر کھا جاتے ہیں۔ اُس لڑکے نے دارون کو یہ بھی بتایا کہ بوڑھی عورتیں کس عذاب اور اذیت سے ہلاک کیجاتی ہیں۔ اُنکو آگ جلا کر اُس کے شعلوں پر اُلٹا لٹکا دیا جاتا ہے اور جب دھواں اُن کے حلق اور ناک میں گھستا ہے تو کس طرح کھانستی اور کراہتی ہیں۔ وہ لڑکا اُن کی کراہنے کی آوازیں اپنے حلق سے نکال نکالکر اُن کا مضحکہ اُڑاتا تھا۔ اس سے دیکھ سکتے ہو کہ انسان کیسا ظالم ہے اور وحشیانہ زندگی کے زمانہ میں اُس نے کیا کیا ظلم ڈھائے ہونگے۔

وسطی اور مغربی افریقہ کے وحشی اب تک مردم خوار ہیں۔ آشانٹی کے حکمران کو انگریزوں نے ۱۹۰۸ء ہی میں برطرف کیا تھا اور اُس کی

بیٹے کو اس کی جگہ پر گدی نشین کیا تھا۔ اس وحشی حکمران کو مردہ انسانوں کا گوشت کھانے کا بہت شوق تھا۔ وہ بجز آدمی کے گوشت کے اور کسی چیز کا گوشت نہیں کھاتا تھا۔ آدمیوں کو خرید کر یا زبردستی پکڑوا کر زندہ سولی پر چڑھا دیتا تھا اور جب وہ تڑپ کر مر جاتے تھے تو کئی روز تک سولی پر اُن کی نعش لٹکی رہنے دیتا تھا اور جب وہ سڑ جاتی تھی تب اُس کو اوتار کر کھاتا تھا۔ افریقہ میں سینکڑوں وحشیوں کی آبادیاں جنگلوں میں موجود ہیں جو مردم خوار ہیں اور آدمیوں کو پکڑ کر یا خرید کر مارتے ہیں اور سب مل کر کھاتے ہیں۔

پُرانے زمانہ میں بتوں کے سامنے آدمی کی قربانی ہندوستان میں اور چین میں اور شام میں اور مصر میں غرضیکہ ہر ملک میں عام طور پر ہوا کرتی تھی۔ ملک برما کے شمالی علاقوں میں اب تک آدمی کی قربانی کا رواج تھا۔ لیکن عرصہ پندرہ سال کا ہوا کہ سرہارکورٹ بٹلر نے جو برما کے گورنر تھے اس کو بند کرنے کی کوشش کی لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ پہاڑی قومیں اب بھی آدمیوں کو پکڑ کر اپنے بتوں کے سامنے قربانی چڑھا دیتی ہیں۔

ایک زمانہ میں بردہ فروشی کا ایک عام رواج تھا اور کل دنیا کی قومیں مہذب اور غیر مہذب سب اس میں مبتلا تھیں۔ بردہ فروشوں نے جو جو مظالم کئے ہیں اُن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مردم آزاری تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے ایک انسان دوسرے انسان کی جان لینے کیلئے اور اسکا مال چھیننے کیلئے یا اسکی آزادی چھین کے اذیت پہونچا کر تکلیف دینے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتا ہے

اب اگر مذہب انسان کو ان مظالم اور اس غارتگری سے نہ روکتا تو کیا حالت ہوتی۔ یاد رکھو کہ سب سے اول مذہب ہی نے آکر انسان کو اُس کے بُرے اعمال سے روکا تھا۔ قانون تو مذہب کے آنے کے بہت بعد میں آیا ہے۔ اور اکثر قوانین کی بنیاد مذہبی اصولوں پر ہی رکھی گئی ہے۔ مذہب نے اول رحم سکھایا۔ انصاف سکھایا۔ حلم سکھایا بردباری سکھائی۔ انکسار سکھایا۔ غرور کی مذمت کی۔ ظلم اور غارتگری اور چوری اور ڈاکے اور ہر طرح کی بدکاریوں سے باز آنے کا حکم دیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ تعزیری قوانین بنائے اور اُن کی خلاف ورزی کے لئے دنیاوی سزائیں تجویز کیں۔ اور آخرت کے عذاب سے بھی لوگوں کو ڈرایا۔ یہ مذہب ہی ہے جس نے وحشی انسان کو ایک درندے اور ظالم اور سفّاک درندے سے انسان بنا دیا۔

اب پھر تم غور کرو کہ ان احکام میں بھی کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے ہمارے خالق کو کوئی نفع پہنچ سکے۔ اگر وہ نسل انسانی کو چھوڑ دیتا کہ جاؤ خود ایک دوسرے سے نبٹ لو۔ زبردست زیردست کو آزار پہونچایا کرے۔ مجھے کسی کو مردم آزاری سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے تو شاید انسان اسوقت تک دوسرے کو مار مار کر ختم کر چکے ہوتے۔ آسٹریلیا کے وحشی دن رات اپنے دشمن کے تعاقب میں سرگرداں رہتے ہیں کہ کہیں اُس کو پکڑ پائیں تو ہلاک کر کے اُس کی چربی نکال کر کھا جاویں۔ اسی طور پر دنیا میں مذہب کے دور دورے سے قبل دن رات خونریزی اور انتقام کا بازار گرم رہتا تھا۔ علم اور ہنر اور تجارت میں ترقی کا آدمیوں کو موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ مذہب ہی نے سب سے اول ایک انسان کو دیگر

کے ظالم ہاتھ سے بچایا اور رفتہ رفتہ تہذیب اور امن کا دور دورا شروع ہوا اب بتاؤ اس میں مذہب نے کیا بُرائی کی۔ خالق نے اپنی مخلوق کی حفاظت کے لئے احکام صادر کئے اور اُن سے انحراف کے لئے سزا تجویز کی۔ یہ توہم پر اور تم پر اور کل بنی نوع انسان پر ہمارے خالق نے ایک بہت بڑا احسان کیا اس میں اعتراض کا کون سا موقع ہے۔

مسلمان دوست۔ یہ تو سب باتیں بالکل درست ہیں لیکن مذہب نے بھی تو بہت بڑے بڑے ظلم کئے ہیں۔ آپنے خود ہی اپنے رسالہ کافرو کافر گر میں مذہبی فرقوں کے مظالم کے حالات لکھے ہیں۔ اب آپ فرماتے ہیں کہ مذہب نے انسانوں کو مظالم سے روکا ہے۔ آپ کی دونوں باتوں میں تناقض ہے۔ اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔

معلم۔ میں نے جو کچھ یہاں پر تم کو بتایا ہے وہ مذہب کے احکام اور تعزیری قوانین کے بارے میں بتایا ہے اور رسالہ کافر اور کافر گر میں میں نے مذہبی علماء کی سفاکیوں کا ذکر کیا تھا۔ مذہب اور علماء مذہب دونوں کو ایک دوسرے میں مخلوط کرنا درست نہیں ہے۔ مذہب تو فقط ایک اصولوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور علماء مذہب ظاہرا تو اُن اصولوں کی حمایت کا دم بھرا کرتے ہیں لیکن فی الواقع ان میں سے بکثرت ایسے ہوتے ہیں جو مذہبی اصولوں کی آڑ لیکر اپنے ذاتی اغراض و مقاصد حاصل کیا کرتے ہیں۔

میں اس گروہ کے علماء کو مذہب کا مخالف اور اپنے خالق کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا اگر وہ سمجھتا ہوں۔ ہمارے خالق نے کہیں کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ اگر کوئی شخص تمہاری رائے کے خلاف کوئی

دوسری رائے قایم کرے تو تم اس کو اذیت سے قتل کرڈالو۔ لیکن علمائے مذہب ہمیشہ اپنے مخالفوں کو مذہب کے نام سے قتل کرتے رہے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ بعد کی نسلوں کو جب معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں مذہب کا کوئی قصور نہیں تھا بلکہ قتل کرنے والوں کا قصور تھا تو وہ قاتلوں کو بُرائی سے یاد کرنے لگتے ہیں۔ منصور یا سرمد کے قاتلوں کو آجکل کے علماء بھی بُرا کہتے ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ مذہبی علماء کے اعمال اکثر مذہب کی بالکل ہی مخالف ہوا کرتے ہیں۔

البتہ جو علماء صحیح طریقہ سے مذہبی اصولوں کو سمجھکر اُن پر چلتے ہیں وہ کبھی کسی کو اختلاف رائے یا خیالات کیوجہ سے نہیں ستاتے اور نہ کسی کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔ مذہب تو رحم اور انصاف اور صلح جوئی سکھاتا ہے نہ کہ ظلم اور قتل و غارت گری کی تعلیم دیتا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام ایک بہت ہی بڑے نبی اور جلیل القدر معلم تھے اُنھوں نے یہودیوں کے علماء کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ لوگوں کو رحم اور انصاف کی تعلیم دی اور فرمایا کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپیڑ مارے تو تم دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو۔ گو انسان کے لئے اِس ارشاد کی تعمیل کچھ آسان نہیں ہے لیکن معلم نے تو ایک سنہری اصول سکھا دیا۔ قوتِ انتقام کا انسان کے قلب پر اس درجہ زبردست غلبہ ہے کہ اُس کو وہ روک ہی نہیں سکتا۔ لیکن مذہبی پیشوا اُس کے روکنے کی ہمیشہ تلقین کرتے رہے ہیں اور حضرت مسیح نے تو مختلف طریقوں سے اس جذبہ کے روکنے کی تعلیم دی ہے۔

ہمارے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً اُمتِ مسلم

کے سامنے قوتِ انتقام پر قابو حاصل کرنے کی اعلیٰ مثال پیش کر دی ہے جس کے مقابل میں تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں ملسکتی۔ اگر تم اسلام کی ابتدائی تاریخ پڑھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ قریش مکہ نے آنحضرت کو جس قدر اذیت پہونچائی تھی اس کی بھی مثال کسی دوسری جگہ مشکل سے ملیگی۔ اگر آنحضرت کے چچا و دیگر اعزا کا اثر اُن کی حمایت پر نہ ہوتا تو حضرت مسیح کی طرح اُن کو بھی اوائل دعوئ نبوت میں ہی شہید کر دیا ہوتا۔ لیکن گو جان سے نہیں مار سکے لیکن دیگر طریقوں سے اُنکو نہایت ہی سخت تکالیف دیں۔ اُن کو معہ اُن کے حامی قریبی رشتہ داروں کے برادری سے خارج کر دیا۔ اور اُن سے لین دین اور کل معاملات ترک کر دئے۔ کھانے پینے کی اشیاء بھی مشکل سے اُن کو ملتی تھیں۔ آنحضرت کے رستہ میں کانٹے بچھائے جاتے تھے اور جب وہ نماز پڑھتے اور سجدے میں جاتے تو گندی چیزیں اُن کی پیٹھ پر ڈال دیتے تھے۔ غرضیکہ ایذا رسانی کا کوئی طریقہ ایسا نہیں تھا کہ جو باقی چھوڑا ہو۔ اُن کے بعض غریب مظلوم شاگردوں کو جو دوسروں کی غلامی میں رہتے دن کو دھوپ میں جلتی ریت اور زمین پر اُلٹا لٹا کر اُن کے سینہ پر جلتا پتھر اور رکھدیتے تھے اور گھنٹوں جان کنی کی حالت میں رکھتے تھے۔ آخر کار جب دیکھا کہ آنحضرت اپنی بات سے باز نہیں آتے تو سب نے ملکر طے کر لیا کہ اب سب چلکر اُن کو جان سے مار ڈالیں۔ آنحضرت کو بھی کسی طرح معلوم ہو گیا کہ دشمن آج ہمارے قتل کے لئے ہم پر حملہ کرنے کو ہیں۔ چنانچہ وہ اندھیری رات میں صرف اپنے ایک فدائی شاگرد یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیکر ایک پہاڑ کے غار میں جا کر چھپ گئے اور وہاں سے مدینہ

منورہ چلے گئے۔ آنحضرت کے ہجرت کر جانے کے بعد قریش کو سخت رنج ہوا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا اور اب اسلام کا عرب میں پھیلنا آسان ہو جائیگا۔ چنانچہ وہ مکہ معظمہ سے گیارہ مرتبہ بڑے بڑے لشکر لیکر مدینہ منورہ پر چڑھ چڑھ کر گئے کہ اسلام اور بانیٔ اسلام کا خاتمہ کر دیں۔ مگر ہر مرتبہ شکست کھا کھا کر واپس آئے۔ ایک لڑائی میں آنحضرت اور اُن کے ساتھیوں کو سخت نقصان بھی پہونچا۔ بہت سے صحابی شہید ہوئے اور آنحضرت کے چچا حضرت امیر حمزہ رضؓ بھی انھیں شہدا میں سے تھے جن سے آنحضرت کو بہت محبت تھی۔ ایک قریشی عورت ہندا نامی نے حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ نکالکر چبا لیا اور اُن کے ناک کان سب کاٹ ڈالے۔ اس واقعہ سے آنحضرت کو بہت ہی سخت صدمہ اور ملال ہوا۔

خیر یہاں تک تو قریش کے مظالم کا مختصر سا ذکر کرنا ضروری تھا کہ اس کے بعد اگر وہ آنحضرت کے قابو میں آجاتے تو اُن کو کس سلوک کی توقع رکھنی چاہیئے تھی۔ اور اگر آنحضرت کی جگہہ کوئی دوسرا فاتح ہوتا تو وہ اُن شریروں سے کیا سلوک کرتا۔ آخر کار آنحضرت کو وہ موقع ملا کہ وہ قریش کو اُن کے ظلم اور شرارتوں کی سزا دیں۔ آنحضرت کی سپہ سالاری میں مسلمانوں نے آخر کار مکہ معظمہ کو فتح کر لیا۔ کل اہل شہر جو سراسر مجرم تھے اور کشتنی تھے اُن پر خوف طاری ہوا کہ نہ معلوم ہمکو کیا سزا دیجاویگی اور کیا کیا ایذائیں پہونچا کر ہماری جان لیجاویگی۔ لیکن آنحضرت نے جو دُنیا کے سامنے ایک بڑے اصول کا نمونہ پیش کرنا چاہتے تھے اپنی قوت انتقامی پر اُسی طور پر فتح حاصل کر لی جیسے کہ شہر مکہ پر کی تھی اور اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ اور اُن کی جان اور مال دونوں

اُن کو بخش دے۔
دیکھو یہ سچا مذہب ہے یہ عام علمار کا مذہب نہیں ہے۔ یہ خدا کا
اور اُس کے رسول اور فرماں بردار بندہ کا مذہب ہے۔ میں نے
تمہارے سامنے صرف اسی قسم کے مذہب کے اصول پیش کئے ہیں
نہ کہ مولویوں کا مذہب پیش کیا ہے۔ قرآن شریف میں مذہب کے
بارے میں صاف حکم ہے کہ کسی پر سختی کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے
لا اکراہ فی الدین۔ یعنی مذہب کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہونی
چاہئیے پھر ایک جگہ خدا نے اپنے رسول سے یہ بھی فرمایا کہ تم لوگوں
کو سمجھانے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ کسی پر سختی کرنے کے لئے۔
اب اس کے بعد تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مذہب نے دوسرے انسانوں
پر ظلم کرنا سکھایا ہے۔ مذہب ہی نے، انسان کو انسان بنانے کی کوشش
کی ہے اور رحم۔ محبت۔ انصاف اور صفائی معاملات کا سبق سکھایا
ہے۔ اور سب سے اول مذہب ہی نے انسان کو ایک درندے جانور
سے ایک شریف و مہذب مخلوق کا جامہ پہنانے کی فکر کی ہے۔ اور یہ
سب احکام نسل انسانی کی بہتری و بہبودی کے لئے اشد ضروری تھے
اب تم خود ہی غور کرو کہ کیا ان ضروری قواعد و اصولوں کی خلاف
ورزی کے لئے تعزیری حکم ضروری نہیں تھا اور انسانوں کو اس بات
سے ڈرانا لازمی نہیں تھا کہ اگر تم ظلم کرو گے اور دوسروں کی جان لو
یا مال چھینو گے یا کسی طرح اُن کو نقصان یا تکلیف پہونچاؤ گے تو تم پر دوزخ
کا عذاب نازل کیا جائے گا۔
اب اُمید ہے کہ تمہارے دل میں شبہ باقی نہیں رہا ہوگا۔ کہ خدا نے

ہمارے اعمال کا دائرہ اپنے احکام سے محدود کیوں کر دیا۔ اور اُس دائرہ سے قدم باہر نکالنے کیلئے دوزخ کے عذاب سے ہم کو کیوں ڈرایا گیا ہے
مسلمان دوست - جو باتیں آپ نے یہاں کی ہیں وہ سب درست ہیں اور دل اُس کو قبول کرتا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک بات معقولیت پر مبنی ہے۔ لیکن بعض وقت دل میں شبہات اور خدشات پیدا ہو جاتے ہیں کہ کہیں میرا دل غلطی تو نہیں کر رہا ہے۔ خدا کو دیکھا نہیں مگر عقل سے انسان نے اُس کو پہچانا ہے جیسا آپ نے کہا ہے لیکن عقل بھی تو غلطی کر سکتی ہے۔
معلم - عقل کی کسی غلطی کی صحت سوائے عقل کے اور کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ جو اشیاء ہمارے مشاہدہ میں آتی ہیں اُن کو ہم آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اگر آنکھ کالے رنگ کو سفید بتائے تو پھر اس کا علاج ہمارے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہم ہر رنگ کو جو آنکھ بتائے اُس کے برعکس تسلیم کریں۔ اگر ایک چیز کالی دکھائی دے تو اُس کو سفید مانیں اور اگر سرخ دکھائی دے تو اُس کو نیلی یا پیلی مانیں۔ لیکن اگر کسی ایک آدمی کی آنکھ میں کوئی اِس قسم کا نقص ہو تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کل دنیا کے انسانوں کی آنکھیں غلط رنگ دیکھتی ہیں۔ پس عقل کی غلط یا صحیح رائے کی صرف یہ پہچان ہے کہ ایک آدمی معقولیت سے اگر کوئی مسئلہ دوسرے لوگوں کے سامنے پیش کرے اور دوسرے لوگ بھی اُس کو تسلیم کریں کہ ہاں جو بات کہی گئی ہے وہ درست ہے تو سمجھو کہ کہنے والے کی عقل غلطی نہیں کر رہی ہے۔ علاوہ بریں

ہمارے پاس کسی امر کے سمجھنے کے لئے سوائے عقل کے اور کوئی آلہ نہیں ہے
یہی ہماری خود بیں ہے اور یہی ہماری دوربین ہے ۔ جو چیز ہمکو اس کے ذریعہ سے
معلوم ہو گی ہم اُس کو صحیح اور درست تسلیم کرنے پر مجبور ہیں ۔ کیونکہ دوسرا کوئی
ذریعہ اُن مسائل کے سمجھنے کیلئے ہمارے پاس نہیں ہے جو میں نے تمہارے سامنے
شروع سے اسوقت تک بیان کئے ہیں ۔ پس وہم پرستی کو اب چھوڑ دو شبہات
کا دروازہ بند کر دو ۔ اور دل پر اُس کا اثر مت آنے دو ۔

ایک بات قابل غور یہ بھی ہے کہ ایک سوچنے والے دماغ کو کسی بات
کا یقین کامل تب ہی ہوگا جب وہ بار بار خود اُس امر کیطرف اپنا ذہن منتقل
کریگا ۔ میں نے اس سے قبل تم کو بتایا ہے کہ آدمی کی باطنی قوتیں یعنی
عقل و فہم و ادراک وغیرہ کا نشو و نما تبدریج ہوتا ہے اور اُن میں یہ قابلیت
ہے کہ وہ ادنیٰ حالت سے اعلیٰ درجہ کو پہونچ جائیں ۔ خالق کے اوصاف
کے متعلق یہ کہنا تو بہت آسان ہے کہ وہ رحیم ہے ۔ یا کریم ہے ۔ یا رحمٰن
ہے ۔ کیونکہ یہ الفاظ ایک ایسے شخص کی زبان سے ہی نکل سکتے ہیں جس کا
ذہن حقیقی اثرات و اعتقادات سے بالکل خالی ہو اور ایک ایسے شخص
کی زبان سے بھی نکل سکتے ہیں جس کو یقین کامل ہو کہ ہاں ہمارا خالق
واقعیٔ ایک رحم کرنے والی ہستی ہے اب یہ اخیر درجہ تب ہی حاصل ہوتا
ہے جب ہم کو حق الیقین ہو جائے کہ اس کل کائنات کو وجود میں لانیوالی
جو ہستی ہے اور جو بلا کسی ابتدار کے ہمیشہ سے موجود ہے حق الیقین کا درجہ
حاصل کرنے کے لئے ہمکو بہت سے مدارج طے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے
فقرا و صوفیا نے مدارج کے مختلف نام رکھ لئے ہیں ۔ لیکن میں تم کو صوفیا
کے اصطلاحات کے جھگڑے میں ڈالنا نہیں چاہتا ۔ میں نہایت ہی سادہ

و عام فہم الفاظ میں تم سے باتیں کرتا رہا ہوں۔ اور اب بھی میں تمہارے ذہن پر عام فہم الفاظ میں یہ بات نقش کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کا دماغ جب خالق اور مخلوق کے مسئلہ پر بہت عرصہ تک نہایت توجہ سے سوچتا رہا ہو تو پھر وہ رفتہ رفتہ ایک ایسے درجہ پر پہونچ جائیگا کہ اُس کے دل میں وجود خالق اور اُس کے اوصاف کی موجودگی میں کوئی شبہ باقی نہیں رہیگا۔ دوسرا کوئی انسان تم کو ایک رستہ بتا سکتا ہے کہ اِس رستہ پر چل کر تم کسی اعلیٰ درجہ تک پہنچ جاؤ گے لیکن مدارج کا طے کر کے ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ تک پہونچنا یہ صرف شخصی کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تم بہت سی باتیں سُن چکے اور بہت سے اعتراضات کر چکے اب اگر تم حقیقی خدا پرست اور موحد بننا چاہتے ہو تو کم از کم چار ہفتہ تک اپنے اوپر جبر کر کے اور اپنا پورا ذہن خالق کی ہستی کے خیال کی طرف منتقل کر کے اپنی توجہ اُس طرف مبذول کر کے دیکھو کہ تمہارے قلب پر کیا کیا اثرات او تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔

تمہارے اعتقاد کی پختگی کے لئے تمہارے سامنے مخلوقات کی پیدائش کی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بھی بطور مزید صراحت کے بیان کئے دیتا ہوں۔ اب اس بات کا تم کو یقین ہو گیا ہے کہ ایک غیر ذی عقل ہستی کی نسبت ایک ذی عقل ہستی کا خالق کائنات ہونا زیادہ قرین قیاس ہے لیکن اب اِس بات کو مضبوطی کے ساتھ سمجھ لو اور اپنے ذہن میں اچھی طرح سے اُس کو جگہ دیدو کہ فقط ذی عقل ہستی ہی خالق ہو سکتی ہے۔ دوسری کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ بے جان اندھی برقی قوتیں کسی طرح خالق ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ اہل سائنس برقی قوتوں یا بنیادی انرجی کو خود ایک غیر مکمل چیز تسلیم کرتے ہیں۔ اُس میں تغیرات بھی ہوتے رہتے ہیں

اور ضعف اور انحطاط کی علت بھی اُس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ آخر
میں کمزور و بے ترتیب ہوتے ہوتے بالکل معدوم ہو جائیگی۔ ایک طرف تو وہ
بنیادی قوت یا انرجی کو ناقص اور معدوم ہونے والی شے مانتے ہیں اور دوسری
طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بلا ابتدا کسی زمانہ کے خود بخود موجود تھی۔ اب اگر غور سے
دیکھو تو سائنس کے یہ دونوں قیاسات غلط معلوم ہوتے ہیں۔ اول تو ایک
چیز جو خود بخود موجود تھی وہ ناقص اور ناکمل اور کمزور کیوں ہوتی۔ جو چیز
بالذات قائم رہنے والی نہ ہو اُس میں ضعف و انحطاط کی علت کا عارضہ ضرور
ہوگا اور بہت زمانہ تک قائم نہیں رہ سکتی۔ برخلاف اس کے ایک ذی عقل
خالق جس کی قوت ارادی سے کل کائنات ظہور میں آئی ہے وہ بالذات قائم
ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ اپنی ایک ہی حالت پر رہیگا۔ اس میں تغیر و تبدل
نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ وہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوقات میں تغیر و تبدل پیدا کرتا رہا
ہے اور اب بھی کریگا۔ اُس کی قوت ارادی نے جن چیزوں کو پیدا کیا ہے
وہ معدوم بھی کر سکتا ہے۔ پس اس کائنات کی پیدائش کا معمہ فقط اُس ایک
ہی اعتقاد اور ایک ہی یقین سے حل ہو سکتا ہے کہ ایک ذی عقل ہستی
جو اپنی ذات اور اوصاف میں کامل ہے اور جس میں تغیر و تبدل کی کوئی
گنجائش نہیں ہے۔ وہی ہمیشہ سے بالذات قائم تھی اور ہمیشہ کیلئے بالذات
قائم رہے گی اور اُسی نے کل مخلوقات پیدا کی ہے۔

مسلمان دوست ۔ یہ اخیر خیال سب سے زیادہ موثر ہے۔ اور واقعی
اس سے میرے اعتقاد کو بہت تقویت ہوئی ہے۔ اب میں سمجھ گیا کہ جو
چیز اپنی فطرت و سرشت میں ناقص و تغیر پذیر ہو وہ قائم نہیں رہ سکتی
بلکہ اُس کا خود بخود بلا ابتدا زمانہ کے موجود رہنا بھی خلاف قیاس معلوم ہوتا

ہے۔ اِس سے کسی دوسری کامل ذی عقل ہستی کا وجود قطعی ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے بالذات قائم تھی اور ہمیشہ کے لئے بالذات قائم رہیگی اور اُس میں کوئی تغیر و تبدل ضعف و انحطاط نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ معدوم ہوگی اور جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ اُسی کی وجہ سے موجود اور قایم ہے۔

لیکن ایک بات اور میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک مادی دنیا محض ایک دہوکہ ہی دہوکہ ہے دراصل یہ سب چیزیں جو دکھائی دیتی ہیں اُن کی کوئی اصلیت نہیں ہے اور نہ اُس کی جُداگانہ کوئی ہستی ہے۔ اصلیت میں خالق اور مخلوق دونوں ایک ہی ہیں۔ ہندؤں میں ایک مذہب ویدانت کا ہے جو صاف طور پر کہتا ہے کہ ایکو برم دوتیو ناستی یعنی جو کچھ بھی ہے وہ ایک خدا ہی ہے دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔ مسلمانوں میں بھی صوفیار کا ایک مذہب ہے جو ہمہ اوست کے قائل ہیں یعنی اُن کے نزدیک بھی جو کچھ بھی ہے وہ خدا ہی خدا ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ یا باالفاظ دیگر خالق اور مخلوق دو جداگانہ ہستیاں نہیں ہیں۔ بلکہ ہر چیز خدا ہے۔ اور خدا ہر چیز ہے۔ اب یہ تو آپ بھی مانتے ہیں اور اہل سائنس بھی مانتے ہیں کہ مادی چیزوں میں تغیرات اور انحطاط کی علت موجود ہے۔ لیکن اگر ہمہ اوست کے مذہب پر اعتقاد رکھا جاوے تو خدا کی ہستی بھی تغیرات سے خالی نہ رہیگی۔

معلم۔ میں ویدانت سے اور مسلمانوں میں صوفیا کے اعتقادات سے کچھ تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہوں۔ ویدانت ہندؤں کے فلسفے کی مختلف شاخوں میں سے ایک شاخ ہے اور موجودات کے وجود میں آنکی اس میں یہ دلیل بتائی گئی ہے کہ ایشر نے یا خدا نے خود اپنی ذات

میں سے ہی سب کچھ پیدا کر دیا اور یہ سب چیزیں اُسی کی ذات کا ایک
پر تو سمجھنا چاہئیے ۔ یہ خیال کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے بلکہ ایک قیاس ہے
اور قیاس صحیح بھی ہوتے ہیں اور غلط بھی ۔ صوفیا کے مذہب میں ہمہ اوست
کا مسئلہ کسی فلسفی دلیل پر مبنی نہیں ہے ۔ بلکہ جن لوگوں کے دل پر خدا
کی محبت کا بہت زیادہ غلبہ ہو جاتا ہے اُن کو بجز خدا کے اور کوئی دوسری
چیز کہیں دکھائی نہیں دیتی ۔ میں نے ایک مرتبہ ایک نوجوان کو دیکھا
کہ اُس کو کسی سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور اس محبت کا اُس کے
دل و دماغ پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ اُس کو ہر جگہ اپنے محبوب کی شکل دکھائی
دیا کرتی تھی ۔ وہ سڑک کی مٹی اُٹھا اُٹھا کر اپنے چہرے پر ملا کرتا تھا ۔ کہ
اس سڑک پر سے میرا محبوب گذرا ہے ۔ باغ کے پھولوں کو دیکھ دیکھ کر
خوش ہوتا تھا کہ ان میں میرا معشوق چھپا بیٹھا ہے ۔ لوگ اُس کو پاگل سمجھتے
تھے ۔ مگر اُس کی حالت دیکھ کر اس نتیجہ پر پہونچنا بہت آسان ہے کہ محبت
کا غلبہ کس قدر زبردست ہوتا ہے ۔ اور دل و دماغ پر اُس کا کیا اثر
ہوتا ہے ۔ فقراء میں بہت سے بزرگ خدا کی محبت میں اس قدر ڈوب
جاتے ہیں کہ اُن کو ہر چیز میں خدا ہی خدا دکھائی دینے لگتا ہے ۔ منصور
انا الحق کے نعرے لگایا کرتا تھا ۔ یعنی میں خدا ہوں ۔ اسی طور پر سرمد
ہر چیز کو خدا سمجھا کرتا تھا ۔ اور جب جلاد اس کو قتل کرنے کے لئے آیا
تو اس نے بڑی محبت سے اُس کو برہنہ تلوار اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے
دیکھکر کہا کہ میں تجھ پر قربان ہو جاؤں کیا آج اس شکل میں ظاہر ہوا
ہے ۔ وہ اُس جلاد کو بھی خدا ہی سمجھتا تھا جو اُس کا سر تن سے جدا
کرنے کو اُس کے سامنے کھڑا تھا ۔

پس صوفیاء توحید اکی محبت میں ہر چیز کو خدا سمجھنے لگتے ہیں۔ دلائل یا فلسفے کا شائد ادن کے خیالات پر کچھ زیادہ اثر نہیں ہے۔
لیکن سائنس کی جدید تحقیقات ویدانت اور ہمہ اوست کے مسئلہ کو بہت تقویت پہونچانے والی ہے۔ سائنس دانوں کا یہ خیال ہے کہ کل کائنات برقی قوت یا بنیادی انرجی سے وجود میں آئی ہے۔ لیکن میں قبل اس سے قبل بہت تفصیل کے ساتھ تم کو بتایا ہے کہ اہل سائنس کی برقی قوت یا بنیادی انرجی کا اُس ذی عقل ہستی کی قوت ارادی سے پیدا ہونا بہت زیادہ قرین قیاس ہے جس کو ہم خدا پرست لوگ خدا کہتے ہیں۔ اب اگر اس بنیادی انرجی کا خدا کی قوت ارادی سے ظہور میں آنا مانا جاوے تو پھر یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ہر چیز نے خدا ہی کی ذات سے موجودات کا جامہ پہنا ہو خدا نے ارادہ کیا کہ ایک سورج یا چاند یا ستارہ یا سیارہ وجود میں آجائے تو فوراً وہ قوتیں جن سے مادہ تیار ہوتا ہے حرکت میں آگئیں اور کسی چیز کی پیدائش کا آغاز ہو گیا۔ پھر جس قدر میعاد کے لئے خدا نے اُس کو قائم رکھنا چاہا وہ قائم رہی اور جب اُس کو ختم کرنا چاہا تو اُس میں ضعف و انحطاط پیدا ہو گئے اور رفتہ رفتہ ختم ہو گئی۔ باقی جو چیز رہ گئی وہ وہی ذی عقل ہستی رہ گئی جس کو ہم خدا کہتے ہیں۔ جب خدا کی قوت ارادی بنانے والی اور نیز ختم کرنے والی قوت ٹھہر گئی تو پھر سوائے خدا کے اور کوئی دوسرا وجود ایک مستقل وجود کی حیثیت سے اگر تسلیم نہ کیا جاوے تو اس پر کوئی سخت اعتراض وارد نہیں ہوگا
میں تو خدا کی ہستی میں اور اُس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں ایک فرق پاتا ہوں۔ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں تغیرات بھی ہوتے ہیں اور

ان میں انحطاط بھی ہوتا ہے اور وہ ختم بھی ہو جایا کرتی ہیں یہ کل پیدا کی ہوئی چیزیں خدا کی ذات کیوجہ سے قائم رہتی ہیں لیکن خدا کی ذات میں خود بخود قائم رہنے کا وصف موجود ہے ۔ اس لئے اُس کو میں قائم بالذات کہتا ہوں ۔ ویدانت اور ہمہ اوست والے تو کسی چیز کے تغیر و تبدل و پیدائش و کمزوری و انحطاط کے قائل ہی نہیں ہیں وہ ہر چیز کو جو ہمارے سامنے جس شکل میں بھی ظاہر ہو ایک دھوکے سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے حواس خمسہ چیزوں کے دیکھنے اور سننے اور سونگھنے میں غلطی کرتے ہیں ۔ دراصل اشیار سب ویسی کی ویسی ہی رہتی ہیں جیسے ہمیشہ سے تھیں ۔

خیر یہ تو ایک نہایت ہی جزوی مسئلہ ہے ۔ خدا کے ماننے والوں میں بہت تھوڑے سے انسان اس مسئلہ پر اعتقاد رکھتے ہیں اس کی وجہ سے دل میں ایک خلجان پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔

اب میں اس گفتگو کو ختم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ تم کو خدا کی ہستی میں یقین ہو جائے کہ وہی ہمارا حقیقی خالق ہے اور اُسی نے کل کائنات پیدا کی ہے اور وہ ایک کامل ہستی قائم بالذات ہے اور ہمیشہ قائم رہیگا ۔ تم نے مجھکو یقین دلایا ہے کہ تم کو خدا کی ہستی میں یقین ہو گیا ہے ۔ اب اس خیال میں اگر تزلزل پیدا ہو گا تو اسمیں تمہاری غلطی سمجھی جاویگی ۔ اور معلوم ہو گا کہ تم نے خود اپنا ذہن مسئلہ پیدائش کائنات کیطرف منتقل نہیں کیا ۔

دوسرے نوجوان جنہوں نے جدید علوم پڑھے ہیں غالباً وہ اپنے کو اس قدر ہمہ داں نہ سمجھتے ہونگے کہ وہ خالق اور مخلوق کے مسئلہ پر

غور کرنا غیر ضروری سمجھتے ہوں۔ لیکن اگر کوئی نوجوان تم سے ان مسائل پر گفتگو کرنا چاہے اور کسی مسئلہ میں تم اس کی تشفی نہ کر سکو تو مجھ سے آکر دریافت کر لینا۔

ضروری نوٹ

مذہبی علماء خواہ وہ دین مسیح کے علماء ہیں سے ہوں یا یہودیوں سے یا ہندوؤں میں سے یا مسلمانوں میں سے وہ دلیل اور برہان سے مذہب کی تلقین کبھی نہیں کرتے اُن میں سے بعض تو ضرور ایسے نکل آتے ہیں جو خدا کی ہستی کے بارے میں دلائل پیش کرتے ہیں لیکن عام قاعدہ یہ ہے کہ علماء کہہ دیتے ہیں کہ دین کے معاملات میں کسی کو عقل نہیں لڑانی چاہیئے اور جو باتیں بزرگ کہہ گئے ہیں اُن کو اپنی تشفی کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور یہ فرض کر لیتے ہیں کہ وہی باتیں دوسروں کی تشفی کے لیے بھی کافی ہونگی۔ اُن کی حالت وہ ہے کہ جیسے کسی کو ایک مقدار پانی کی کسی جگہہ تیار مل جاوے تو وہ اُس کی حفاظت میں اپنی پوری عمر صرف کر دے اور اگر اُس کے قریب ایک دریا بہہ رہا ہو تو اُسکی طرف کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ انسان کو خدا نے دل و دماغ ایسے عطا کئے ہیں کہ وہ ہر وقت اشیاء کی ماہیت کے دریافت کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اسی کو علم کی ترقی کہا جاتا ہے۔ اب اگر آج سے ایکہزار برس قبل ہم کو علم کا ایک قیمتی ذخیرہ ملا ہو تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسکو محفوظ رکھیں۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم علم کے بہتے ہوئے دریا سے بھی استفادہ حاصل کریں کل مذاہب کے مذہبی علماء اپنے کو علوم کی ترقی میں حصہ لینے سے محروم کر لیتے ہیں اور اسی وجہہ سے اُن کو علوم جدیدہ کی واقفیت نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ جدید علوم

پڑھتے ہیں اُن میں اور مذہبی علمار کے خیالات میں ایک بعد ہو جاتا ہے جو دن بدن بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اسی تفریق خیالات و بعد کی وجہ سے یورپ میں دہریت پھیل گئی ہے اور اب جب سے جدید علوم کا ہندوستان میں داخلہ ہوا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں نوجوانوں نے علوم اور سائنس پڑھے ہیں وہ بھی یورپ کی طرح دہریت کیطرف جا رہے ہیں۔ ہمارے علمار خواہ ہند دہوں یا مسلمان کبھی ادھر توجہ نہیں کرتے کہ خود علوم جدیدہ سے واقفیت حاصل کریں اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دہریت کے عمیق غار میں گرنے سے بچائیں وہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دور سے بیٹھے بیٹھے بُرا بھلا ضرور کہتے ہیں مسلمان علمار تو اُن کو کبھی منہ نہیں لگاتے اور فرض کر لیتے ہیں کہ یہ مردود ملعون انگریزی خواں اِس قابل نہیں ہیں کہ ان سے مذہبی معاملات میں بات کیجا وے لیکن دشواری تو آ کر یہ پڑی ہے کہ اسوقت ہماری قوم میں جو کچھ بھی دکھائی دیتا ہے وہ انھیں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی وجہ سے دکھائی دیتا ہے۔ علم اُن کے پاس ہے ہنر اُن کے پاس ہے۔ تالیف و تصنیف و تراجم انہیں کی بدولت ملک میں پھیلتے ہیں۔ سرکار دربار میں اور ملازمت میں جو کچھ بھی مسلمانوں کا حصہ ہے وہ فقط انھیں انگریزی خوانوں کی وجہ سے قوم کو حاصل ہے۔ پھر ہم اس بڑی اور ضروری اور روز افزوں ترقی کرنے والی تعداد کیطرف سے غفلت کیسے کر سکتے ہیں۔

علمار دین کو میں موجودہ زمانے کی نہایت ہی نازک حالت اور زبردست انقلاب کیطرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اُن کا دینی فرض ہے کہ وہ خود جدید علوم اور سائنس سے واقفیت حاصل کریں ملک میں دہریت کے پھیلنے کو روکیں گو میں نے حضرات علمار کے سامنے اپنی عاجزانہ درخواست پیش کر دی ہے

لیکن مجھے اُمید نہیں ہے کہ ہمارے علماء ادھر متوجہ ہونگے۔ ایسی حالت میں ہمارے لیڈروں کا فرض ہے کہ وہ کوئی دوسری صورت پیدا کریں کہ جس سے علوم جدیدہ کی روشنی میں مذہب کی تلقین و تعلیم کا انتظام ہو سکے۔

میں قطعی ایک جدید خیال کا آدمی ہوں۔ علوم جدیدہ کی تعلیم ہر نوجوان کیلئے ضروری سمجھتا ہوں لیکن اُس کے ساتھ مجھکو اس بات کے دیکھنے سے سخت رنج ہوتا ہے کہ ہمارے بہت سے نوجوان علوم پڑھکر اللہ تعالےٰ کی ہستی سے منکر ہو جاتے ہیں اور اگر اُن کے سامنے مذہب کا نام لیا جاوے تو اُس کو سننا بھی پسند نہیں کرتے بلکہ بیزاری ظاہر کرتے ہیں اسمیں نہ علوم جدیدہ کا قصور ہے اور نہ ان علوم کے حاصل کرنے والوں کا قصور ہے۔ اس میں اُن لوگوں کا قصور ہے جو علوم جدیدہ سے جو قباحت پیدا ہو رہی ہے اُسکو روکنے کی کوئی تدبیر نہیں کرتے۔

اس قباحت کے روکنے کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر مذہبی معلم جو مذہبی تعلیم کے لئے ملازم رکھا جاوے اُس کے لئے علوم جدیدہ کی واقفیت قطعی لازمی قرار دیجاوے اور ایسے معلم بکثرت تیار کئے جاویں جو تعلیم یافتہ گروہ کی مشکلات کو اُنھیں کے علوم کی دلائل سے حل کرنے کے قابل بن جائیں۔ جب تک مذہبی معلموں اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کی معلومات اور نصب العین میں تفرقہ اور بُعد باقی رہینگے اُسوقت تک نہ تو ہمارے معلم جدید تعلیم کے حاصل کرنے والوں کو فائدہ پہونچا سکیں گے اور نہ جدید تعلیم یافتہ لوگ اپنے مذہبی معلموں سے استفادہ حاصل کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

علماء صاحبان یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ میں اُن کی دیگر خدمات سے ناواقف

ہوں۔ اُن کی دیگر خدمات قابلِ اعتراف ہیں۔ میرا صرف یہ مقصد ہے کہ میں اُن کے سامنے اور نیز اپنے ملک کے سامنے یہ مسئلہ پیش کر دوں کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے لئے ہم کو ایسے معلمین کی ضرورت ہے جنہوں نے عربی وغیرہ علوم کے ساتھ جدید علوم سے بھی واقفیت حاصل کی ہو۔

میں آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی اس ناچیز تحریر کو پیش کرتا ہوں کہ اللہ تو اس کو قبول فرما اور اس میں برکت دے تاکہ تیرے بندے جو تیری راہ سے بہک جاتے ہیں وہ جب اس کو پڑھیں تو ان کے دل پر اثر ہو اور تیری راہ پر لوٹ کر آ جائیں ۔

عبداللہ

DUE DATE

20Jan70			
18 NOV 1972			



